يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝

چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ اسے پورا کرے گا اگرچہ کافر لوگ ناپسند ہی کریں

ڈائری حضرت مسیح موعودؑ

یعنی

ملفوظات احمدیہ

حصہ ششم

جس میں سیدنا و مرشدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی۔ مسیح موعود و مہدی معہود۔ مجدد صدی چہاردہم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک ملفوظات

از ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء تا ۵۔ نومبر ۱۹۰۲ء

مرتبہ و شائع کردہ

خاکسار محمد منظور الٰہی ممبر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

سنہ ۱۳۵۲ ہجری

تعداد طبع ۲۰۰ — مطبوعہ کوہ نور پریس ونٹر بلڈنگ لاہور میں باہتمام ملک فیروز الدین صاحب مینجر چھپا۔ — قیمت عمرانی کاپی

www.aaiil.org

قابل توجہ

اس سے پہلے ملفوظات احمدیہ کے پانچ حصے ہدیہ ناظرین کئے جا چکے ہیں جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ڈائری بہ ترتیب تاریخ مختلف اخباروں و رسالوں سے جمع کر کے شائع کی گئی تھی۔ اب یہ چھٹا حصہ شائع کیا جاتا ہے۔ حضرت صاحب کی زندگی کے آخری چھ سات سنین میں جماعت کی ترقی تعداد کے ساتھ آپ کے ساتھ ملاقات کرنیوالوں اور مذہبی امور پر گفتگو کرنیوالوں کا سلسلہ بھی ترقی کر گیا۔ اس لئے مختلف امور پر آپ کو تفصیلاً بیان کرنا پڑتا تھا۔ ان مبارک مکالمات کا بہت سا حصہ اخبارات و رسالہ جات سلسلہ میں محفوظ ہوتا چلا گیا۔ لیکن اُن کا ترتیب وار کر کے شائع کرنا نہایت اہم کام تھا جس کی توفیق خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو دی ہے۔ جو اس وقت تک کئی حصے شائع کرنے کے قابل ہو سکا ہے۔

ایک خاص امر جس کا یاد رکھنا نہایت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اس بات کا ہرگز ہرگز دعوےٰ نہیں کیا جا سکتا کہ ان ملفوظات کا لفظ لفظ حضرت مسیح موعودؑ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ہے کیونکہ آپ کے زمانہ میں خواہ کوئی شخص کتنا ہی زود نویسی کا مدعی ہو وہ یہ دعویٰ نہ کر سکتا تھا کہ اُس نے آپ کا ہر ایک لفظ محفوظ کر لیا تھا۔ بعض وقت تو لکھنے والے نے آپ کے چند اہم الفاظ بطور یادداشت لکھ لئے یا آپ کی گفتگو کا صرف مطلب ہی یاد رکھا اور بعد ازاں اُسے اپنے الفاظ میں لکھ لیا۔ اور بعض وقت ممکن ہے کہ خود حضرت صاحب کے ہی بہت سے الفاظ محفوظ کر لئے ہوں۔ اس لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ بعض اہم امور کی تفصیل اور تفسیر کے لئے آپ کی خود نوشت تحریروں کی طرف رجوع کیا جائے۔ اور محض تقریروں کے الفاظ پر بھروسہ نہ رکھا جائے ؛

خاکسار۔ محمد منظور الٰہی (خانصاحب)

احمدیہ بلڈنگس لاہور

کو دور کر دیتی ہے جیسا کہ فرمایا الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر
یعنی نماز کل بدیوں کو دور کر دیتی ہے۔ دوسری جگہ فرمایا۔ ان الحسنات
یذھبن السیئات۔ یہاں حسنات سے مراد نماز ہے۔ لیکن آجکل کے
مسلمانوں کی یہ حالت ہو رہی ہے کہ انکی بے ذوقی اور بے سمجھی نمازوں کے
باعث عام طور پر ایک نماز گذار کو مکار سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ عام لوگ جانتے
ہیں کہ ان لوگوں کی نمازوں میں حقیقت کوئی نہیں۔ اور محض ٹھوگیں لگاتے ہیں
جنکا اخلاق اور اعمال پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اور انکی نمازیں اسی قسم کی ہیں۔
جنپر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں لعنت کی ہے۔ جبتک نماز کا کوئی نیک اثر اور
نیک نتیجہ مترتب نہ ہو۔ نری لفظی بکواس کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ ایسی
فضول نمازیں ادا کرکے وقت ضائع کرنیوالے اتنا نہیں سمجھتے۔ کہ آخر مرکر خدا کے
حضور جانا ہے۔ دیکھو ایک مریض کسی طبیب کے پاس جاکر اس سے اپنی
مرض کا نسخہ حاصل کرتا ہے۔ تو کچھ عرصہ استعمال کرنے کے بعد اگر اسے افاقہ نہ
ہو۔ تو وہ سمجھ لیتا ہے۔ کہ تشخیص یا علاج میں کوئی نقص واقع ہو گیا ہے۔
لیکن اندھیر یہ ہے۔ کہ سالہا سال نمازیں ادا کرنے کے بعد بھی ان کا کوئی
اثر ان لوگوں پر محسوس اور مشہود نہیں ہوتا۔ تاہم وہ اپنی مرض کی صحیح تشخیص
یا علاج کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ میرا اپنا تو یہ مذہب ہے۔ کہ اگر دس روز تک
بھی سنوار کر نمازیں ادا کی جائیں۔ تو تنویر قلب ہو جاتی ہے۔ لیکن اس زمانہ
کے مسلمان پچاس پچاس برس تک باقاعدہ نمازیں پڑھتے رہنے کے باوجود
رو بدنیا۔ اور سفلی زندگی میں غرقاب پائے جاتے ہیں۔ اور انہیں نمازوں
سے یہانتک بے خبری ہے۔ کہ جو کچھ وہ نمازوں میں پڑھتے رہے ہیں۔ اس
کا کیا مطلب ہے۔؟ استغفار کیا چیز ہے اسکے معنے کیا ہیں؟ انسانی
طبائع دو قسم کی ہوتی ہیں۔ اول عادت اور رسوم پسند۔ جیسا کہ عموماً
ہندو ہیں۔ کہ اگر کسی ہندو کا مسلمان کے ساتھ کپڑا بھی لگ جائے۔ تو وہ اپنا
کھانا پھینک دیتا ہے۔ حالانکہ اس کھانے میں مسلمان کا کوئی اثر سرایت نہیں
کر جاتا۔ اس زمانہ میں عموماً لوگوں کا یہی حال ہے۔ کہ عادات اور رسومات

کے پابند پلائے جاتے ہیں۔ اور حقیقت سے محض ناآشنا اور کورے ہوتے ہیں۔
جو شخص یہ خیال کرے۔ کہ نماز کے بعد دعا نہ کرنا بدعت ہے۔ وہ غلطی کرتا ہے۔ یہ ہرگز بدعت نہیں۔ حضرت نبی کریمؐ نے اپنی زمانہ میں تمام ادعیہ عربی زبان میں صحابہؓ کو تلقین کی تھیں۔ جو انکی مادری زبان تھی۔ اسلئے وہ لوگ بہت جلد روحانی مدارج حاصل کر گئے۔ لیکن جب اسلام غیر عربی ممالک میں پھیل گیا۔ تو مسلمانوں میں وہ روحانی ترقی نہ رہی۔ اسکی وجہ یہی تھی۔ کہ ان کے اعمال رسم و عادت کے طور پر رہ گئے تھے۔ جن کے نیچے کوئی حقیقت اور مغز نہ رہا تھا۔ اب غور کرو۔ کہ ایک افغان یا کسی دوسرے ملک کا مسلمان نماز عربی زبان میں ادا کرتا ہے۔ لیکن اسپر نماز کے پڑھنے کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ وجہ یہ کہ وہ اسکے مطلب اور معنوں سے محض بے خبر ہے۔ اور بطور رسم و عادت نمازوں کو ادا کرتا ہے۔ یاد رکھو۔ کہ رسم اور عادت اور چیز ہے۔ اور صلوٰۃ شے دیگر۔ صلوٰۃ ایک ایسی چیز ہے۔ کہ اس سے بڑھ کر قرب الٰہی حاصل کرنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں۔ یہ قرب الٰہی کی چابی ہے۔ اسی سے کشوف کا دروازہ کھلتا ہے۔ اور اسی کے ذریعہ سے الہامات و مکالمات الٰہیہ نصیب ہوتے ہیں۔ اور یہی دعاؤں کی قبولیت کا خاص ذریعہ ہے۔ لیکن جو لوگ اسے سوچ سمجھ کر ادا نہیں کرتے۔ تو وہ رسم و عادت کے پابند ہیں۔ اور اس سے اسیطرح پیار کرتے ہیں۔ جس طرح سے ایک ہندو گنگا سے پیار کرتا ہے۔ ہم دعا مانگنے سے انکار نہیں کرتے۔ بلکہ ہمارا تو سب دنیا سے بڑھکر قبولیت دعا پر ایمان ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔ تو کیوں نہ ایک مومن کا دعاؤں کی قبولیت پر ایمان ہو۔ ہاں یہ سچ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے نمازوں کے بعد دعا مانگنا فرض نہیں ٹھہرایا۔ اور نہ یہ امر حضرت نبی کریمؐ سے التزامی طور پر مسنون ثابت ہے۔ اگر حضرت نبی کریمؐ کا نماز کے بعد دعا مانگنے پر التزام ثابت ہوتا تو پھر اس کا ترک کرنا معصیت تھا۔ اسمیں شک نہیں۔ کہ تقاضائے وقت پر آپؐ نے نماز سے خارج بھی دعا کی ہے۔ اور ہمارا تو یہ ایمان ہے۔ کہ آپ کا سارا وقت دعاؤں ہی میں گذرتا تھا۔ اس بات کو خوب یاد رکھو۔

کہ نماز دعاؤں کا خاص خزینہ ہے۔ جو مومن کو دیا گیا ہے۔ اسلئے اس کا فرض ہے۔ کہ جبتک نماز کو درست نہ کرلے دوسری طرف توجہ نہ کرے۔ کیونکہ جب نفل کے ادا کرنے سے فرض کے جاتے رہنے کا خوف ہو۔ تو فرض کو مقدم کرنا لازمی امر ہے۔ جو لوگ اپنی نمازوں کو خضوع اور خشوع سے ادا کرتے ہیں۔ وہ اگر نماز سے خارج میں بھی دعائیں کرتے رہیں۔ تو ہم منع نہیں کرتے۔ ہم تو تقدیم نماز کی چاہتے ہیں۔ اور یہی ہماری اصل غرض ہے۔ لیکن مسلمان آجکل نماز کی کچھ بھی قدر نہیں کرتے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ خدا سے انکو بہت بُعد ہو گیا ہے۔ نماز مومن کا معراج ہے۔ اور وہ اسی سے اطمینان قلب پاتا ہے۔ کیونکہ نماز میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور اپنی عبودیت کا اقرار اور استغفار اور حضرت نبی کریمؐ پر درود ہوتا ہے۔ اور یہ سب امور روحانی ترقی کے لئے ضروری ہیں۔ ہمارے دل میں اسکے متعلق اور بہت سی باتیں ہیں جنھیں الفاظ پورے طور پر ادا نہیں کر سکتے۔ بعض لوگ انہیں سمجھ لیتے ہیں۔ اور بعض نہیں سمجھتے۔ لیکن ہمارا کام یہ ہے۔ کہ ہم تھکتے نہیں۔ بلکہ کہے چلے جاتے ہیں۔ سعید اور فراست والے لوگ سمجھ لیتے ہیں۔

سائل۔ ایک شخص نے رسالہ لکھا تھا۔ کہ ساری نماز اپنی مادری زبان میں ہی پڑھنی چاہیئے۔

حضرت مسیح موعودؑ۔ ہم ایسے طریق سے بالکل متفق نہیں۔ قرآن شریف بابرکت کتاب ہے۔ اور رب جلیل کا کلام ہے اسلئے اسکو ہرگز نہ چھوڑنا چاہیئے۔ ہم نے محض ان لوگوں کے لئے ایسا کہا ہے۔ جو اُمّی اور عربی سے ناواقف ہیں۔ اور اپنے مقاصد کو عربی میں پورے طور پر ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ اور نہیں سمجھتے۔ کہ وہ جو کچھ پڑھ رہے ہیں۔ اسکا کیا مطلب ہے ایسے لوگ ادعیہ ماثورہ کے بعد مادری زبان میں دعائیں مانگ سکتے ہیں۔ مسلمانوں کی حالت تو یہانتک پہنچگئی ہے۔ کہ مجھے ایک واقعہ کا علم ہے۔ کہ ایک شخص فتح محمد نام تھا۔ جسکی چچی بہت بڑھیا ہوگئی تھی۔ اسنے اپنے بھتیجے سے کلمہ کے معنے دریافت کئے۔ جب اسنے بتائے۔ تو اس بوڑھیا نے دریافت کیا۔

کہ محمد مرد تھا۔ یا عورت۔ جب بتایا گیا۔ کہ وہ مرد تھا۔ تو وہ حیران ہو کر کہنے لگی کہ کیا پھر وہ ساری عمر بیگانے مرد کا ہی نام لیتی رہی ہے۔ یہانتک مسلمانوں کی حالت ہو گئی ہے۔ (الحکم جلد ۶ ۳۸)

حضرت مسیح موعود کا مندرجہ بالا ارشاد ختم ہونے کے بعد مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی نے سائل کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ صاحب سفر السعادت نے تو یہانتک لکھا ہے کہ نماز کے بعد دعا مانگنے کی حدیث ثابت نہیں۔

اسپر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

میرا تو مذہب ہے۔ کہ احادیث کی بڑی تعظیم کرنی چاہیئے۔ کیونکہ آنحضرتؐ سے منسوب ہیں۔ جبتک کوئی حدیث قرآن شریف سے متعارض نہ ہو۔ تبتک مستحسن امر یہی ہے۔ کہ اس پر عمل کیا جائے۔ لیکن نماز کے بعد دعا مانگنے کے متعلق احادیث سے حضرت نبی کریمؐ کا التزام ثابت نہیں ہوتا۔ ہمارا اصول تو ضعیف سے ضعیف حدیث پر بھی عمل کرنے کا ہے۔ بشرطیکہ وہ قرآن شریف کے مخالف نہ ہو۔

اتنی تقریر کے بعد دو تین احباب نے حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

بعد ازاں مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے ولایت کے رسالہ فری تھنکر سے دو نوٹ مسٹر پگٹ اور فرانس کے ایک نئے مدعی مسیحیت کے پڑھکر سنائے۔ اور پھر مفتی محمد صادق صاحب نے ڈوئی کے اخبار میں سے بعض اقتباسات سنائے

اسپر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:۔ یہ وہ شخص ہے۔ کہ جسنے الیاس ہونے کا دعوے کیا ہے۔ اور آپنے آپ کو عہد نامہ کا رسول کہتا ہے۔ ہم نے اسے دعوت دی تھی۔ کہ اگر یسوع مسیح کو خدا سمجھتا ہے۔ تو میں حقیقی خدا کی طرف سے مسیح موعود ہو کر آیا ہوں۔ اسلئے اسے چاہیئے۔ کہ اپنے خدا سے دعا کرے۔ کہ ہم دونوں میں سے جو کاذب ہے۔ وہ پہلے ہلاک ہو۔ یہ جوش زیادہ تر مجھے اسلئے آیا ہے کہ اسنے تمام مسلمانوں کی تباہی اور ہلاکت کی پیشگوئی کی ہے۔ اور یہ شخص اسلام کا خطرناک دشمن معلوم ہوتا ہے۔

موجودہ زمانہ اس قسم کا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مختلف ممالک کے انسانوں کے

باہم ملنے ایسے ایسے وسائل پیدا کر دئے ہیں۔ کہ دنیا ایک شہر کا حکم رکھتی ہے۔ اور قرآن شریف کی پیشگوئی وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ حرف بحرف پوری ہو رہی ہے۔ اور دنیا کے سب مذاہب میدان میں نکل آئے ہیں۔ اور ضروری ہے کہ انکے باہمی تصادم سے انکا آپسمیں مقابلہ ہو۔ اور جو مذہب ان سب میں سچا ہو۔ وہ دوسروں پر غالب آئے۔ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس زمانہ میں تمام مذاہب کا باہمی مقابلہ زور شور سے شروع ہے۔ اور اس مذہبی دنگل کا سلسلہ نرا تقریر تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ قلم نے اس مقابلہ مذاہب میں بہت بڑھ چڑھکر حصہ لیا ہے۔ لکھو کہا مذہبی رسائل ہر طرف سے شائع ہو رہے ہیں۔ نصاریٰ کے حملے خاص طور پر اسلام کے خلاف ہر جگہ اور ہر ملک میں زور سے جاری ہیں اور جو شخص ان حالات سے واقف ہے۔ اور ان پر نظر تعمق سے دیکھتا ہے۔ تو وہ ضروریات زمانہ کو دیکھکر بے اختیار اس امر کو تسلیم کر لیتا ہے۔ کہ یہی وقت تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ اسلام کی حفاظت کی طرف خاص توجہ کرتا۔ زمانہ سے باخبر شخص تو یہ حملے دیکھ کر جامی اسلام کی ضرورت کو محسوس کرتا ہے۔ لیکن جن لوگوں کو بیرونی حملوں اور اندرونی کمزوریوں کا علم نہیں ہے۔ انکو کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ اسلام کن خطرات سے گھرا ہوا ہے۔ مسلمان نادان دوست بنکر اور غیر مذاہب خصوصاً عیسائی دشمنی کے لباس میں اسلام کو سخت نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اور بے خبر مسلمان ابتک کہتے جا رہے ہیں۔ کہ اسلام کا کیا بگڑ گیا ہے۔ لیکن انہیں معلوم نہیں۔ کہ اسلام کی ظاہری باطنی صورت بالکل بگڑ چکی ہے۔ اور اسمیں سخت ضعف آ گیا ہے۔ اسلامی سلطنتوں میں وہ قوت اور شوکت نہیں رہی۔ اور مسلمانوں کے اعمال و اعتقادات پر وہ بات صادق نہیں آتی۔ جو مخلصین له الدین میں تعلیم کی گئی تھی۔ اور اخلاص دینی کا کوئی نمونہ انمیں نہیں پایا جاتا۔ اندرونی طور پر تو اسلام پر یہ ضعف ہے۔ اور بیرونی طور پر اسکے دشمن چاہتے ہیں۔ اور زور لگا رہے ہیں۔ کہ اسلام کو صفحہ ہستی سے نابود کر دیا جائے۔ ان کے نزدیک مسلمان قوم کتوں اور خنزیروں سے بدتر ہے۔ اور دشمنان اسلام کی دلی خواہش

یہی ہے۔ کہ اسلام کو تباہ کر دیا جائے اور مسلمان سارے کے سارے ہلاک کر دئے جائیں۔ اگر ایک درد دل رکھنے والے مسلمان کو دشمنانِ اسلام کے بُرے ارادوں سے جو وہ اسلام کے بارے میں رکھتے ہیں۔ پوری پوری اطلاع ہو جائے۔ تو میں سچ کہتا ہوں۔ کہ وہ ان کے تصور کے صدمہ سے ہی مر جائے۔ اسلئے ان مصائب کا مقابلہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کی تائید اور روشن نشانوں کے سوا اور کسی طرح ممکن ہی نہیں۔ اور انہیں اغراض کے لئے اللہ تعالےٰ نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔

دجّال بھی کسی کتاب کا ہی پیرو ہونا چاہیئے۔ ورنہ وہ دجل کیا کریگا عیسائی پادریوں کی طرف دیکھو۔ انکی تحریف کا طریق ہی عجیب ہے۔ جو تحریف کرنی ہوتی ہے پہلے اُن الفاظ کو حاشیہ کتاب پر لکھتے رہتے ہیں۔ اور آخر کچھ عرصہ کے بعد اسی عبارت کو متن کتاب میں داخل کر لیتے ہیں ؎

؎ اور اسطرح آئے دن ان کا سلسلہ تحریف جاری رہتا ہے۔ دنیا کی کوئی ایسی زبان نہ ہوگی جسمیں ان لوگوں نے انجیل کا ترجمہ نہ کیا ہو۔ اور اس طرح دنیا کی تمام اقوام میں اپنے غلط عقائد کی اشاعت نہ کی ہو۔ اپنی مختلف کتب اور رسالہ جات کے ذریعہ سے انہوں نے دنیا میں سخت خطرناک گمراہی پھیلا رکھی ہے اور اسلام کے بارے میں۔ انکی نیت کبھی بھی نیک نہیں ہوئی۔ حضرت آدم سے اسوقت تک کی کوئی تواریخ پڑھکر دیکھ لو۔ اس قسم کی مغوی اور مضل قوم کبھی بھی پیدا نہیں ہوئی۔ روپیہ۔ قوت شوکت جو آج اس قوم کے حصہ میں آیا ہے۔ وہ کسی دوسری قوم کو میسر نہیں۔ اسلام کے معدوم کرنے میں یہ کتنی کوشش کرتی اور کیسے کیسے عجیب طریق اختیار کرتی۔ اور کہاں تک اپنے منصوبوں میں کامیاب ہوتی جا رہی ہے میں دریافت کرتا ہوں کہ ایسے عظیم الشان کیلئے پیشگوئی ہونی ضروری ہے یا نہیں میں زور سے کہتا ہوں کہ موجود ہے اور وہ قرآن کی پہلی ہی سورت میں موجود ہے۔ یعنی الضالین اگر اسکے علاوہ دجال کوئی اور چیز تھی تو یحیائُ ضالین سے پناہ مانگنے کے ولا الدجّال کہا ہوتا۔

غَیْرِ الْمَغْضُوبِ اور وَلَا الضَّالِّین سے منقطعہ طور پر تمام علماء مفسرین یہود نصاریٰ ہی مراد لیتے ہیں۔ جب دن میں پانچوں وقت کی نمازوں کی ہر ایک رکعت میں ان فتنوں سے بچنے کے لئے دعا تعلیم کی گئی ہے کہ خدا ہمیں ضالین میں سے نہ بنائے۔ اور نہ مغضوب قوم میں سے کرے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ سب فتنوں سے بڑھکر یہی ام الفتن تھا۔

اگر دوسرے امور کو علیحدہ رکھکر بھی واقعات پر غور کریں اور متشابہات کی بحثوں کو بالائے طاق رکھدیں۔ تب یہی تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ پیشگوئیوں کی اصل حقیقت اور مطالب وہی ہوتے ہیں۔ جن پر واقعات زمانہ گواہی دے دیں۔ اب تیرہ سو سال گذر چکے ہیں۔ اور محدثین کا اسپر اتفاق ہے۔ کہ جملہ کشوف والہامات کے پورا ہونے کا زمانہ چودھویں صدی سے اوپر نہیں جاتا۔ اور سب کا قریبًا اتفاق ہے۔ کہ مسیح موعودؑ کے ظہور کا زمانہ چودھویں صدی سے آگے نہیں۔ خود عیسائی اقوام میں بھی مسیح موعود کی بعثت اور ظہور کا زمانہ یہی صدی مانا جاتا ہے۔ ضروریات و مشہودات زمانہ بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ آنے والے موعود کے لئے یہی موزون وقت ہے۔ جو علامات موعود کے ظہور کے لئے مقرر تھیں۔ وہ سب اپنے اپنے وقت پر پوری ہو چکی ہیں۔ یاجوج ماجوج بھی من کُلِّ حَدَبٍ یَنْسِلُوْنَ کا نظارہ دیکھ رہے ہیں۔ اور دجال بھی اپنے دجل اور فریب ناک کارروائیوں سے ایک عالم کو ہلاک کر رہا ہے۔ لیکن جو فرضی دجال مسلمانوں کے دماغوں میں سمایا ہوا ہے۔ اسکے ظہور کا کوئی نام نشان نظر نہیں آتا۔ پھر سب سے عجیب بات یہ ہے۔ کہ قرآن شریف میں تو لکھا ہوا ہے۔ کہ جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ ط پھر دوسری جگہ ہے وَاَغْرَیْنَا بَیْنَھُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ یعنی قیامت کے دن تک عیسائیوں کا وجود باقی رہیگا۔ لیکن قرآن کی اس ساری تعلیم خلاف مسلمانوں کے دماغوں میں ایک خیال بیٹھا ہوا ہے۔ کہ مسیح موعود آکر عیسائیوں سے جنگ کریگا۔ اور ان سبکو زبردستی مسلمان بنا لیگا۔ کوئی اہل کتاب دنیا پر

باقی نہیں رہیگا۔ میں کہتا ہوں۔ کہ پھر وہ دجال کہاں گیا۔ کہ جسکے بارے میں کہتے ہیں۔ کہ حرمین کے سوا ساری دنیا پر اس کا عمل دخل ہو گا۔ اس تناقض کا وہ لوگ کوئی معقول جواب نہیں دے سکتے۔ دجال کے معنے تو کھوٹ کرنیوالا کے ہیں اسلئے اسکے مفہوم میں تاجر کے معنے بھی ہیں۔ سونے کا نام بھی دجال ہے۔ اور شیطان کا بھی۔ اصل بات یہی ہے۔ کہ قوم نصاریٰ جو بڑے زور کے ساتھ اسلام کی تخریب کے درپے ہے۔ اور مختلف قسم کے جملہ ممالک میں مشن کھول کر اسلام کو نابود کرنا چاہتی ہے۔ تا کہ حق و باطل میں التباس ہو جائے۔ اور آئے دن اپنی کتابوں میں تحریف کرتی رہتی ہے۔ یہی گروہ ہے۔ جسپر حقیقی طور پر دجال کا اطلاق ہوا ہے۔ کیونکہ دجال ایک گروہ کا نام ہے۔ اور اس زمانہ میں جو فتور پادریوں کے گروہ نے ساری دنیا میں پیدا کر رکھا ہے۔ وہ عام طور پر ظاہر ہے۔ ہندوستان و دیگر ممالک اسلامی میں جو ارتداد کی گرم بازاری ہے وہ کسی سمجھدار سے پوشیدہ نہیں۔ اب ایک دانشمند خدا ترس انسان کے لئے سوچنے کا مقام ہے۔ کہ جب مسلمانوں کے مزعومہ دجال کے فتنہ سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کوئی سامان بتائے ہیں۔ تو موجودہ فتنہ جو ہر طرف سے اسلام کو ضعیف کر رہا ہے کیلئے اس سے بچنے کا کوئی علاج نہیں بتایا۔ اور اس کا ذکر تک بھی نہیں کیا؟ ہم اس بات کو ہرگز تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ ہمارا اعتقاد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر موجودہ فتنہ کا ذکر فرما کر اس سے بچنے کا علاج بھی بتا دیا ہے۔ اور وہ فتنہ دجال یہی عیسائی پادریوں کا فتنہ ہے۔ اور لغت میں دجال کو گروہ ہی کہا گیا ہے یہی لوگ رات دن تحریف و تبدیل کرتے رہتے ہیں۔ اناجیل کا ترجمہ کریں تو اسمیں بھی اپنی خصلت یعنی تحریف کا اظہار کرینگے۔ کوئی موقعہ اسلام کو نقصان پہنچانے کا ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ اور اسلام کی بیخکنی ہی اپنا فرض اور اصل مدعا سمجھ رکھا ہے۔ یہ گروہ نہ صرف پادریانہ لباس میں ہی اسلام پر حملہ کرتا ہے۔ بلکہ فلسفیانہ رنگ میں بھی اسکا یہی کام ہے۔ اور اپنی ذریت کو ایسی طرز پر تعلیم دیتا ہے۔ کہ وہ اعمال نیک میں سست ہو جائیں۔ اور فسق و فجور کی زندگی بسر کریں۔ کہیں ناولوں کے ذریعہ سے یہ کام ہو رہا ہے۔ کہیں غلط تواریخ کی کتابیں

شائع کر کے بد اعتقادی کو پھیلایا جا رہا ہے۔ اور جہاں تک بھی ہو سکے نیکی اور اسلام سے بدظن کرنا۔ اپنا اصل مدعا رکھا ہوا ہے۔ اور اس سے بیزاری پیدا کرنا۔ اصل مقصد ہے۔ جو لوگ ان کی پالیسی اور مکائد سے آگاہ ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ ان لوگوں نے اسلام کی مخالفت کو انتہا تک پہنچا دیا ہے۔ اگر سکول جاری کئے ہیں تو بھی غرض مدنظر ہے اور اگر شفاخانے ہیں تو انکا مقصد بھی لوگوں کو لامذہب کرنا ہے غرض جو استہ بھی اختیار کرتے ہیں اسمیں اسلام کی مخالفت کا پہلو ضرور مدنظر ہوتا ہے۔ اور اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے ایسی ایسی چالیں چلتے ہیں۔ کہ جو مسلمانوں کے فرضی دجال کے خواب وخیال میں بھی نہ ہونگی۔ پھر سب سے زیادہ غور طلب بات یہ ہے کہ قرآن شریف نے اپنی ابتداء میں بھی ولا الضالین فرما کر ان کا ذکر کیا اور پھر قل ھو اللہ سے قل اعوذ برب الناس تک انہیں کا ذکر کر کے قرآن کو ختم کیا۔ اسی طرح وسط قرآن میں بھی انکے بارے میں فرمایا تکاد السمٰوٰت یتفطرن منہ۔ اب سارا قرآن پڑھ کر بتاؤ۔ کہیں مسلمانوں کے مزعومہ دجال کا بھی ذکر موجود ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر قرآن کے علاوہ حدیث میں آیا ہے کہ دجال کے فتنہ سے بچنے کیلئے سورہ کہف کی پہلی دس آیات پڑھی جائیں۔ اب ان آیات کو پڑھکر دیکھ لو۔ کس دجال کا انمیں ذکر ہے۔ اسی طرح موجودہ زمانہ کی ریل کا بھی احادیث میں ذکر موجود ہے۔ غرض قرآن وحدیث پر غور کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ دجال سے مراد نصاریٰ کا گروہ ہے۔

قرآن وحدیث میں جو دابۃ الارض آیا ہے۔ اسکے دو معنے ہیں۔ ایک تو وہ علماء جنکو آسمان سے کچھ حصّہ نہیں ملا۔ اور وہ دنیا کے کیڑے ہیں۔ اور دوسرے معنے طاعون کے کیڑے کے ہیں۔ اور قرآن کے الفاظ بھی انہیں معنوں کی تائید کرتے ہیں۔ مثلاً دابۃ الارض تاکل منسأتہ۔ یعنی جبتک انسان میں روحانیت نہ ہو۔ وہ دنیا کا کیڑا ہے۔ پھر طاعون کے بارے میں سب انبیاء کی پیشگوئی تھی۔ کہ وہ مسیح موعود کے وقت میں پھیلیگی۔ قرآن میں ہے تکلم الناس تکلیم کاٹنے کو بھی کہتے ہیں۔ اور قرآن کی آیت نے خود اس کا فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ طاعون کا کیڑا لوگوں کو کاٹیگا۔ اسلئے کہ وہ ہمارے مامور پر ایمان

نہ لائے۔ یہ امور نہایت غور کرنے کے قابل ہیں۔ اور وہ زمانہ قریب آرہا ہے۔ کہ لوگ ان امور کی اصل حقیقت کو سمجھ لیں۔ کتب مقدسہ اور احادیث میں طاعون کو مسیح موعود کے زمانہ کا ایک بڑا نشان قرار دیا گیا ہے۔ جو حضرت عیسٰیؑ کے زمانہ میں بھی پڑی تھی۔ مجھ پر جو کچھ اسکے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکشاف ہو چکا ہے۔ اُسے مینے مفصل طور پر لکھدیا ہُوا ہے۔ چونکہ یہ میرے لئے نشان ہے اسلئے جس قدر اس کا تعلق پنجاب کے علاقہ سے ہے۔ دوسرے علاقہ جات سے نہیں اسلئے کہ اسکی جڑ پنجاب میں مخفی ہے۔ سہارنپور وغیرہ علاقہ جات کے لوگ جو اس سلسلہ کو بُری نظر سے دیکھتے ہیں۔ اسکی بڑی وجہ یہی ہے۔ کہ پنجاب کی طرف سے ہمارے خلاف فتاوے تکفیر شائع ہو کر ملک کے دوسرے حصوں میں پھیلائے گئے۔ پنجاب والوں نے اسبارہ میں سپشدستی کر کے ہم پر تہمتیں لگائیں۔ اور بدنام کیا۔ اسلئے خدا تعالیٰ نے یہ بلا نازل فرمائی۔ تاکہ دشمنوں کو اسکے ذریعہ سے حق کو منوایا جائے۔ حضرت نبی کریمؐ کے بارے میں تو مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ آپؐ زمین میں دفن ہوئے۔ اور حضرت مسیح کو دو ہزار سال سے زندہ آسمان پر بٹھا رکھا ہے۔ پھر اُسپر زیادتی یہ کہ مسیح مُردوں کو زندہ کرتے تھے۔ اور پرندوں میں جانیں ڈالتے تھے۔ اور اس طرح ان کے خالق تھے۔ یہانتک کہ ان کے بنائے ہوئے کروڑہا پرندے اب بھی موجود ہیں۔ مینے ایک اہلحدیث شخص سے دریافت کیا۔ کہ اگر اسکے سامنے دو جانور پیش کئے جائیں۔ اور اس سے پوچھا جائے۔ کہ انمیں سے خدا تعالیٰ کا پیدا کردہ کونسا ہے۔ اور حضرت مسیحؑ کا کونسا۔ تو وہ کوئی فرق بتا سکیگا؟ اس کا جواب اسنے یہی دیا۔ کہ اب تو وہ رل مل (باہم ملکے) گئے ہیں۔ اسلئے کوئی تمیز نہیں ہو سکتی۔ یہیں تک نہیں خالق کے علاوہ حضرت مسیح کو محی اور عالم الغیب جانتے ہیں۔ اور بقول انکے قرآن میں انکی وفات کا کہیں بھی ذکر نہیں۔ اب ایسے عقائد اسکی نسبت ماننے کے بعد اسکے خدا بنانے میں کیا شک رہگیا ہے۔ تعجب کی بات ہے۔ کہ جب وہی لفظ متوفیک کا حضرت نبی کریمؐ کے بارے میں قرآن میں آئے۔ تو کہدیتے ہیں کہ اسکے معنے مرجانے کے ہیں۔ لیکن جب حضرت مسیح کے بارے میں آجائے۔

تو اسکے معنے جسم سمیت آسمان پر اٹھا لینے کے بنا لیتے ہیں۔ اسی پر غور کر لو۔ کہ ایسے عقائد رکھکر عیسائی پادریوں کو کتنا بڑا موقعہ اور اسلام پر حملہ کرنیکا ہتھیار دیدیتے ہیں۔ اگر عیسائی اُن سے سوال کریں کہ جب یہ ساری باتیں حضرت مسیح میں مانتے ہو۔ تو کیوں اسے خدا نہیں مانتے۔ تو کیا جواب دے سکتے ہیں؟ کچھ بھی نہیں جب اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ اور فلمّا توفیتنی کے معنے ان لوگوں نے آسمان پر زندہ اُٹھائے جانے کے کئے ہیں۔ تو پھر کن آیات سے وفات مسیح ثابت کرکے اسکی خدائی کو باطل کرینگے۔ خوب یاد رکھو۔ ایسے ہتھیار رکھکر یہ لوگ مخالفین اسلام پر فتح نہیں پا سکتے ان پر فتح پانے اور کسر صلیب کے لئے وہی ہتھیار اور حربہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے۔ گو مسلمانوں کو اسوقت اسکی پرواہ نہیں اور انہیں اسبات کا احساس نہیں۔ کہ اسلام پر کیا کیا آفات وارد ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو اسلام کی پرواہ ہے۔ جس کا یہ باغ ہے۔ اور وہ نہیں پسند کرتا۔ کہ اس کا یہ باغ کاٹا جائے۔ اور اسے جلا کر برباد کر دیا جائے۔ اسی لئے اسکی غیرت نے تقاضا کیا۔ اور اسنے اپنے باغ کی حفاظت کے لئے اس زمانہ میں مجھے بھیجکر ایک سلسلہ قائم کر دیا۔ جو اس باغ کی نشوونما میں کوشش کرے۔ اور اب کوئی مخالف نہیں۔ جو اسے روک سکے۔
(الحکم جلد ۶ ۔ ۳۹)

۱۵ر اکتوبر ۱۹۰۲ء صبح کی سیر میں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ :۔

سب انسانوں کے دل اللہ تعالےٰ کے قبضہ میں ہیں۔ جبتک وہ کسی شخص کو نہ سمجھائے۔ دل نہیں کھل سکتا۔ کہ حق کو قبول کرے۔ اور کان حق بات کو سُن نہیں سکتے۔

اسلام کی بہتری کے نشانوں میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ اعلےٰ طبقہ کے لوگ دیندار بنجائیں۔ اور یہ سب وقت پر مقدر ہے۔

مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے عرض کیا۔ کہ وہ شام کے وقت ایک گاڑی میں سیر کیلئے نکلے۔ تو انہوں نے ہمراہیوں کو کہا کہ جہاں مخالفین

کا جلسہ ہو رہا ہے۔ وہاں گاڑی کو ذرا آہستہ کر دیا جائے۔ چنانچہ ایک جگہ مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی معہ دوسرے مخالفین کے بیٹھے ہوئے تھے جب وہاں سے ہماری گاڑی گذری تو ایک شخص نے ایک اشتہار لاکر دیا۔ کہ حیات و وفات مسیح پر مباحثہ کر لیا جائے۔ میں نے اُسے زبانی جواب دیا۔ کہ جو شخص ابھی تک حیات مسیح کا قائل ہے۔ اسے ہم کمثل الحمار یحمل اسفارًا کا مصداق سمجھتے ہیں۔ اسلئے اسے قابل خطاب خیال نہیں کرتے۔ اسی طرح انہوں نے سوچ رکھا تھا۔ کہ اگر مخالفین کے سامنے کچھ کہنے کا موقعہ پیش آیا۔ تو وہ حجاز ریلوے کا نشان پیش کرینگے۔ جو روئے زمین کے مسلمانوں کے چندہ سے بسرعت بن رہی ہے۔ کیونکہ یہ ہی حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا ایک نشان ہے یترکن القلاص فلا یسعی علیہا۔ کسوف خسوف پہلے ہو چکا ہے۔ اور بھی بہت سے نشانات پورے ہو چکے ہیں۔ اور اب یہ بھی ایک نیا نشان ظاہر ہو رہا ہے۔ مولویوں کو چاہئے۔ کہ سلطان روم کے سامنے جا کر روئیں۔ کہ یہ ریلوے نہ بنے۔ اسپر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

حقیقت میں ریلوے مسیح موعود کا ایک نشان ہے قرآن شریف میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے۔ واذا العشار عطلت"

پھر فرمایا کہ:۔ حقیقی دینداری تو بغیر تقوٰے کے نہیں ہوتی۔ اگر ہمارے مخالفین میں کچھ تقوٰی ہوتا۔ اور وہ خدا ترسی سے کام لیکر غور کرتے۔ تو ان کو صاف طور پر معلوم ہو جاتا۔ کہ یترکن القلاص میں ریل کیطرف اشارہ ہے۔ کیونکہ اگر اس سے ریل مردانہ لی جائے۔ تو پھر ہمارے مخالفین کا فرض ہے۔ کہ وہ بتائیں۔ کہ اور کس چیز کی وجہ سے اونٹ ترک کر دئے جائینگے۔ پہلی کتابوں میں بھی مسیح موعود کے زمانہ کیطرف اسی امر کا اشارہ کیا گیا ہے۔ کہ اسکے زمانہ میں آمد و رفت سہل ہو جائے گی۔ اصلی بات تو یہی ہے۔ کہ ہماری تائید کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسقدر نشانات پورے ہو چکے ہیں۔ کہ ہمارے مخالفین اس میدان سے بھاگ ہی گئے ہیں۔ مثلاً کیا خسوف و کسوف ماہ رمضان میں بعینہ اسی طرح پر ظہور پذیر نہیں ہوا۔ جیسا کہ مہدی کے لئے بطور

نشان مقرر تھا۔ اسی طرح ابتدائے آفرینش سے آجتک کوئی ایسی سواری نہیں نکلی۔ کہ جس نے اونٹوں کو بیکار کر دیا ہو۔ یہ جملہ علامات ظاہر کرتی ہیں۔ کہ مسیح موعود مبعوث ہو گیا ہے۔ اگر ہمارے مخالفین ہمیں قبول نہیں کرتے تو پھر کسی دوسرے کی تلاش تو کریں۔ اور ہمیں بتائیں۔ کہ وہ کون اور کہاں ہے۔ کیونکہ اسکی آمد کے تو سب نشانات پورے ہو چکے ہیں۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور صدیق حسن خانصاحب بھوپالی نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ مہدی کی احادیث مجروح ہیں۔ حالانکہ مسلمانوں کے خیال میں مہدی اور مسیح گویا ایک شعر کے دو مصرعہ ہیں۔ جب ایک ٹوٹ گیا۔ تو دوسرا بھی صحیح نہ رہا وزن پورا نہ رہا۔ اسلئے ان لوگوں کو بڑی مشکلات پڑ گئی ہیں۔ سنت اسی طرح پر جاری ہے۔ کہ جب کوئی امر اسکی طرف سے لوگوں کے گمان کے خلاف ظہور پذیر ہوتا ہے تو لوگ اسے نہایت تعجب سے دیکھتے ہیں۔ مثلاً۔ دیکھو۔ یہودی لوگ ایک مزعومہ مسیح کی آمد کے قائل تھے۔ لیکن وہ انکی توقعات کے خلاف اور طرح پر ظاہر ہوا۔ اور اپنا زمانہ پورا کر کے گذر بھی گیا۔ پھر وہ نبی بھی اپنا کام کر کے گذر گیا۔ لیکن ابھی تک وہ مسیح کی آمد کے انتظار میں لگے ہوئے ہیں۔ یہی حال ہمارے مخالفین کا ہے۔ تعجب ہے۔ کہ ان کے پاس وفات مسیح کے خلاف اسکی حیات پر کونسی تسلی بخش دلیل ہے جس سے انہیں تسکین نصیب ہوتی ہے۔

شاہجہانپور سے آئے ہوئے ایک دوست نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ سلسلہ پیشگوئی سے حضور کی کیا مراد ہے؟

حضرت مسیح موعودؑ۔ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ ان تین سالوں میں بہت سی پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں۔ جو سب کی سب اسی میعاد کے ماتحت ہیں۔ پھر ان سب سے بڑھکر طاعون کی عظیم الشان پیشگوئی ہے جس کے ذریعہ سے قریباً دس ہزار لوگ ہمارے سلسلہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ اور ابھی تین سالہ میعاد میں اڑھائی ماہ باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہے۔ تو اس عرصہ میں کوئی اور بھی بڑا نشان ہماری تائید میں ظاہر کر دے جو سب سے بڑھکر ہو۔ حضرت نبی کریمؐ نے بڑے بڑے معجزات دکھائے۔ لیکن آپ کے مخالفین

یہی کہتے رہے۔ فلیاتنا کما ارسل الاوّلون وہ جو کتاب زیر تصنیف ہے۔ اسمیں ہم نے ہر قسم کے معجزات جمع کر دئے ہیں۔ استجابت دعا کا نمونہ بھی اسمیں موجود ہے۔ گویا یہ کتاب خوارق اور پیشگوئیوں کا مجموعہ ہے۔ اگر کوئی شخص غور کرنے والا ہو۔ تو وہ سمجھ سکتا ہے۔ کہ کیا طاعون کا نشان ہم نے اپنی طرف سے بنا لیا ہے۔ اور پھر اعجاز المسیح کیا چھوٹا سا نشان ہے۔ کہ جسکے ساتھ منعہ مانعٌ من السّماء کا وعدہ موجود ہے۔

علی گڑھ۔ کے ایک طالب العلم نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں اپنی حالت کا ذکر کیا۔ کہ اس سے نمازوں کی ادائیگی میں غفلت ہو جاتی ہے۔ جسپر اسکے ہم مجلس اعتراض کرتے ہیں۔ اور جس نے اسے سخت متاثر کیا ہے۔ اس لئے آپ اس کاہلی اور غفلت کا کوئی علاج بتائیں۔

حضرت مسیح موعودؑ۔ انسان کے دل پر جبتک خوف آلہی طاری نہ ہو۔ اس سے گناہ دور نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں جہانتک موقعہ مل سکے۔ ہماری ملاقات کرتے رہو۔ ہم تو اپنی جماعت کو قبر کے منہ پر رکھنا چاہتے ہیں۔ تاکہ ہر وقت انہیں موت کا ڈر رہے۔ لیکن جو لوگ اب نہیں سمجھتے اور غفلت سے کام لیتے ہیں۔ وہ آخر خدا کے قہری نشانوں کے ذریعہ سے سیدھے کئے جائینگے اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا۔ کہ آخری ایام میں وہ آسمان سے ایک وبا نازل فرمائیگا۔ جس سے بہت سی مخلوق ہلاک ہو جائیگی۔ ان ایام میں جب موت کا بازار گرم ہو۔ اور خدا تعالیٰ کی گرفت کا سلسلہ شروع ہو جائے۔ توبہ استغفار کرنا۔ اور زندگی کو ناچیز سمجھنا۔ کسی فائدہ کا موجب نہیں۔ بلکہ توبہ استغفار اور خدا کا خوف اسی وقت فائدہ دیتا ہے۔ جبتک کہ عذاب کا نزول شروع نہ ہو گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دور تر وہ شخص ہے۔ جو آنکھ کا اندھا اور دل کا سخت ہو۔ اگر طاعون نہ بھی آتی تب بھی ایک دانشمند اور سعید الفطرت شخص کے سمجھنے کے لئے اتنا ہی کافی تھا۔ کہ وہ غور کرے۔ کہ اسکے باپ دادا اس دنیائے فانی سے سب کچھ چھوڑ کر گذر گئے ہیں۔ اور ہر روز ہزارہا لوگ مرتے رہتے ہیں۔ اس دنیا میں کسی کی ہمیشگی نہیں۔ اور اب تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے ذریعہ سے مجھے اطلاع

دیدی ہے۔ کہ الامراض تشاع والنفوس تضاع یعنی امراض پھیلینگی۔ اور جانیں ضائع ہونگی۔ پھر فرمایا غضبت غضبًا شدیدًا میں سخت غصہ میں بھر گیا ہوں۔ خوب یاد رکھو۔ کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ اور یہ سب باتیں پوری ہو کر رہینگی جنکے آثار تم ابھی سے دیکھ رہے ہو۔ اسلئے انسان کے لئے لازم ہے۔ کہ وہ اپنی حالت میں ایسی نیک تبدیلی پیدا کرے۔ کہ فرشتے بھی اس سے مصافحہ کریں۔ ہماری بیعت سے تو ہمارے مریدوں میں ایسا رنگ آنا چاہئے۔ کہ ہر وقت ان پر خدا کی ہیبت اور جلال غالب رہے۔ جس سے انہیں ہر وقت گناہوں سے بُعد اور دوری رہے۔ اگر کسی شخص کو ہماری ان پیشگوئیوں پر ایمان نہ ہو۔ تو کم از کم ڈاکٹروں کی متفقہ شہادت ہی پر غور کرلے جو کہتے ہیں۔ کہ اس زمانہ میں نہایت خطرناک بیماریاں پیدا ہوگئی ہیں۔ جب زمانہ میں خدا تعالیٰ کے عذاب کا یہ حال ہے۔ تو وہ شخص کیسا ہی بدنصیب ہے۔ جو اسوقت بھی غفلت کی زندگی گذارتا ہے۔ اس امر پر سب آسمانی کتابوں کا اتفاق ہے۔ اور یہی سارے انبیاء کہتے آئے۔ کہ آخری دنوں میں طاعون کا سخت حملہ ہوگا۔ اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائیگا۔ اسکے معنے یہی ہیں۔ کہ جب موت نے آکر پکڑ لیا۔ تو پھر توبہ کا کیا فائدہ۔ پکڑا ہوا تو درندہ بھی عاجز ہو جاتا ہے۔ اسلئے ہر وقت اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرنا چاہیئے۔ اور اسکی نشانی یہی ہے۔ کہ انسان نماز کا پابند ہو۔ دیکھو۔ ایک انسان دنیاوی حکومت کے احکام کی کسقدر پابندی کرتا ہے۔ پھر آسمانی گورنمنٹ کے احکام کی جو دنیوی گورنمنٹ کے مقابلہ پر نہایت اعلےٰ ہے۔ کیوں پابندی نہیں کرتا۔ یہ وقت نہایت ہی خطرناک ہے۔ اور طاعون ایک عذاب الٰہی ہے۔ اس سے ڈرو۔ اور دنیا کو اپنے اخلاق اور اعمال کا نیک نمونہ دکھاؤ۔ اگر کوئی شخص ہمارے سلسلہ میں ہو کر دنیا کو اپنا بُرا نمونہ دکھاتا ہے۔ تو اس سے سلسلہ پر کوئی اعتراض نہیں آتا۔ کیونکہ سمندر میں تو ہر قسم کی چیزیں ہوتی ہیں۔ لیکن ایسا شخص خود اپنے نفس پر سخت ظلم کرتا ہے۔ اور آخر کار اسے پچھتانا اور شرمندہ ہونا پڑیگا۔ اسلئے اللہ تعالیٰ کے حضور بہت بہت دعائیں کرنی چاہئیں۔ کہ وہ غفلت کے تمام پردے دور کردے۔ کیونکہ سستی اور غفلت سے گناہ پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر آہستہ آہستہ خدا تعالیٰ کا

خوف انسان کے دل سے بالکل دور ہو جاتا ہے۔ پس سعید وہ شخص ہے۔ جو اس خطرناک وقت میں ٹھٹھے اور تمسخر کی مجالس سے اجتناب کرے اور تنہائی میں اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعائیں مانگے۔ تا ایسا نہ ہو۔ کہ رات یا دن کے کسی حصہ میں اس کا عذاب نازل ہو جائے۔ اور وہ غافل ہو۔

علی گڑھی طالب علم۔ میرے ہم مجلس طلباء نے مجھ سے سوال کیا۔ کہ قرآن شریف تو مکمل اور غیر محرف موجود ہے۔ اب کسی کے آنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

حضرت مسیح موعودؑ۔ کیا خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی شخص کے آنے کی ضرورت کا باعث صرف یہی ہو سکتا ہے۔ کہ قرآن شریف محرف و مبدل ہو جائے؟ اور اصل حقیقت تو یہ ہے۔ کہ قرآن شریف کی معنوی تحریف تو مسلمانوں نے کر رکھی ہے۔ جبکہ اسمیں لکھا ہے۔ کہ مسیح مر گیا۔ لیکن یہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ نہیں وہ زندہ آسمان پر چڑھ گیا ہے۔ تحریف کی اور کیا تعریف ہو سکتی ہے؟ یہ لوگ ہر قسم کی معنوی تحریف تو اسمیں کر رہے ہیں۔ اس کو چھوڑ بھی دیا جاتے۔ تمام مسلمانوں کی عملی حالت سخت خراب ہو رہی ہے۔ مثلاً نیچریوں کو ہی دیکھ لو۔ انہوں نے اسلام کے کونسے مسئلہ کو باقی چھوڑا ہے۔ بہشت۔ دوزخ۔ ملائکہ کے وہ قائل نہیں۔ وحی۔ دعا۔ معجزات کے وہ منکر ہیں۔ اور یہودیوں کے بھی کان کاٹ ڈالے ہیں۔ یہانتک کہ تثلیث میں نجات مان لی ہے۔ یہانتک مسلمانوں کی حالت ہو چکی ہے۔ اور پھر بھی کہے جاتے ہیں۔ کہ کسی مصلح کی ضرورت نہیں۔ تعجب کی بات ہے۔ کہ ساری دنیا گناہوں سے بھر گئی ہے۔ اور خود ان کی حالت ایسی مسخ ہو گئی ہے۔ کہ وہ محسوس نہیں کرتے کہ کسی مصلح کی انہیں ضرورت ہے۔ لیکن عنقریب وقت آنے والا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کو یہ سب باتیں معلوم کرائیگا۔ اور اسکے غضب کا ہاتھ ظاہر ہو جائیگا۔ زمانہ تو ایسا نازک تھا۔ کہ وہ رو رو کر راتیں کاٹتے۔ لیکن انکی شومئی اعمال سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ بڑے ہی بدبخت ہیں۔

گناہ کی زندگی سے بچنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ خدا کا خوف دل پر ہو۔ اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ محبت الٰہی بھی ایک

ذریعہ گناہ سے بچنے کا ہے۔ لیکن یہ نہایت اعلےٰ مقام ہے۔ مگر خوف الٰہی ایک عام ذریعہ گناہ سے بچنے کا ہے جس سے بڑے بڑے نوجوان بھی سیدھے ہو جاتے ہیں۔ مثلاً طاعون کے بارے میں طبیبوں کا قول ہے۔ کہ بڈھوں کی نسبت نوجوان اس سے زیادہ خطرہ میں ہیں۔ وجہ یہ کہ ان کے خون میں جوش ہوتا ہے۔ اسلئے یہ دن جنھیں خدا کے قہر کے دن کہا جاتا ہے۔ دراصل اسکے رحم کے دن ہیں۔ کیونکہ یہ انسان کو بیدار کرنے اور غفلت اور گناہ کی زندگی سے بیزار کرنے والے ہیں۔ چونکہ اس زمانہ کے لوگ غفلت اور گناہ سے باز نہ آتے تھے۔ اسلئے خدا نے اپنے ہاتھ کی چمکار بذریعہ طاعون دکھائی۔ یقیناً یاد رکھو۔ کہ جیسا انبیاء نے اطلاع دی تھی۔ اب نہایت خطرناک دن آرہے ہیں۔ اور یہی مجھ پر اللہ تعالےٰ نے کھولا ہے۔ اب عقوبت کے دن آرہے ہیں۔ اسلئے عذاب کے نزول سے پہلے جو لوگ دعا کرینگے۔ اور نمازوں کو خشوع اور خضوع سے ادا کرکے انمیں گڑگڑائینگے۔ جس سے اُن کا دل نرم ہو جائے۔ تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر رحم فرمائیگا۔ لیکن جب شدت عذاب جاری ہو۔ اور اسوقت انسان خوف کھائے۔ تو پھر ایک شریر اور نیک میں کیا فرق ہُوا۔ کیونکہ شریر سے شریر شخص بھی عذاب میں مبتلا ہوکر گڑگڑاتا اور خدا کا خوف کھا جاتا ہے۔ غرض عذاب کے نزول سے پہلے جتنا تعلق اللہ تعالیٰ سے پیدا کروگے۔ وہ تمہارے کام آئیگا۔ حافظ نے کیا خوب کہا ہے ؎

چو کارے عمر ناپیداست بارے آں اولےٰ
کہ روزے واقعہ پیش نگائے خود باشیم

گناہوں سے بچنے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے۔ کہ ہم نے جو نصائح اپنی کتاب کشتی نوح میں لکھی ہیں۔ ان کو ایک بار ہر روز پڑھ لیا کرو۔

حضرت مولوی نورالدین صاحب کی طبیعت کل سے علیل تھی۔ اور آج افاقہ تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے شام کے وقت مولوی صاحب کا حال دریافت فرمایا۔ اور پھر ارشاد فرمایا کہ:۔

ہم نے اللہ تعالیٰ کے جو تصرفات دیکھے ہیں۔ ان کو خیال کرکے بعض وقت

دواؤں کا تصور بھی نہیں آتا۔ کیونکہ کئی دفعہ ایسا ہوا ہے۔ کہ بغیر دواؤں کے ہمیں بیماریوں سے شفا ہو گئی۔ اور بعض دفعہ دوائیں استعمال کرنی پڑیں کئی بار میں نے دعا کی۔ کہ بغیر دوا کے شفا عطا کر۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذن ہوا۔ کہ ہم نے شفا دیدی۔ اور میں تندرست ہو گیا۔

اُس خدا پر ایمان لانے میں کیا مزہ آسکتا ہے۔ جو قریب قریب بتوں کے ہو کہ نہ وہ ہماری دعا سنتا ہو۔ اور نہ جواب دے سکے۔ مزہ اس خدا پر ایمان لانے میں ہے۔ جو کامل قدرتوں والا ہو۔ اگر ایک شخص خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور تصرفات پر ایمان نہیں رکھتا۔ تو اس کا خدا بُت کی طرح ہے۔ اصل میں خدا تو ایک ہی ہے۔ لیکن اسکی تجلیات بے شمار ہیں۔ جو شخص جس رنگ میں اسے مانتا ہے۔ وہ اُسی رنگ میں اس سے سلوک کرتا ہے اگر ہمارا خدا ایسا کمزور ہوتا۔ کہ وہ اپنے پیاروں کی دعاؤں کو نہ سنتا۔ تو انبیاء سے بڑھکر کوئی شخص ناکام نہ ہوتا۔ کیونکہ وہ لوگ اسباب پرست نہ تھے۔ بلکہ خدا پرست اور متوکل تھے۔

اسکے بعد خواجہ کمال الدین صاحب بی اے۔ ایل۔ ایل پلیڈر کا ایک مضمون مولوی کرم الدین صاحب کے اس جھوٹ اور کذب کے جواب میں لکھا ہوا پڑھا گیا۔ جو مولوی مذکور نے اخبار سراج الاخبار جہلم مورخہ ۶ اکتوبر میں شائع کیا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس مضمون کو بہت پسند فرمایا۔ اور محظوظ ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ایک عظیم الشان نشان کا ذکر فرماتے رہے۔ جو مولوی مذکور کی اس کارروائی سے ظاہر ہوا ہے (الحکم جلد ۶ ملہ ۳۹)

۱۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی ذیل کی رویا احباب کو سنائی :-

مینے اپنے والد صاحب کو خواب میں دیکھا۔ دراصل ملائکہ کا تمثل تھا۔ مگر صورت میں کہ آپکے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی چھڑی ہے۔ گویا مارنے کے لئے ہے۔ مینے ان سے کہا کہ کوئی اپنی اولاد کو بھی مارتا ہے۔ جب یہ الفاظ میں کہتا ہوں۔ تو ان کی آنکھیں پُرنم ہو جاتی ہیں۔ لیکن پھر وہ اپنی چھڑی کو ویسا ہی کرتے ہیں۔ میں بھی پھر وہی الفاظ دوہراتا ہوں۔ آخر جب دو تین بار ایسا

ہی ہوا۔ تو پھر میری آنکھ کھل گئی۔ اسکے بعد آپ نے فرمایا کہ:۔
اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک الہام میں یوں بھی فرمایا ہے۔ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ اَوْلَادِیْ۔ اور یہ قرآن شریف کی اس آیت کے مطابق بھی ہے۔ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ اسمیں اشارہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور حفاظت ہمارے ساتھ دائمی مثل باپ کے ہے۔ جو اسے اپنی اولاد سے ہوتی ہے۔"

ختم نبوت کے بارہ میں فرمایا کہ:۔
ختم نبوت بھی ایک عجیب علمی سلسلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ختم نبوت کو بھی قائم رکھتا ہے۔ اور پھر اسکے استفادہ سے ایک سلسلہ جاری بھی کرتا ہے۔ یہ تو ایک علمی بات ہے۔ لیکن کجا یہ اعتقاد کہ اس استفادہ کے سلسلہ کو الٹ پلٹ کر دوسرے نبی کو لایا جائے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور ارادہ نہیں چاہتا۔ کہ اس امت کے لئے کوئی دوسرا نبی آوے۔ قطع نظر اسکے کہ وہ شریعت رکھتا ہو۔ یا نہ رکھتا ہو۔ خواہ شریعت نہ بھی رکھتا ہو۔ تب بھی ہمارے نبی کریمؐ کے بعد کوئی دوسرا نبی آپکے سوا اور آپکے استفادہ سے الگ ہو کر نہیں آسکتا۔ ساری براہین احمدیہ اس قسم کی باتوں سے بھری پڑی ہے۔ اور بھی بہت سے الہام اسکے ممد و معاون ہیں۔ علاوہ ازیں آیت کما اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ میں جو خلافت کا وعدہ ہے۔ یہ بھی اس امر پر صاف دلیل ہے۔ کہ کوئی پرانا نبی اخیر تک نہ آوے۔ ورنہ لفظ کما کا آیت میں آنا باطل ٹھہرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسک کے نیچے تو مثیل کو رکھا ہے۔ عین کو نہیں رکھا۔ پھر یہ کسقدر غلطی اور جرأت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے منشاء کے خلاف ایک بات اپنی طرف سے پیدا کر لی جاوے۔ اور ایک نیا اعتقاد بنا لیا جاوے۔ اور پھر اس لفظ کما میں مدت کی بھی تعیین ہے۔ کیونکہ پہلا مسیح حضرت موسےٰؑ کے بعد چودھویں صدی میں آیا تھا۔ اسلئے ضروری تھا۔ کہ آنے والا مسیح محمدی بھی حضرت نبی کریمؐ مثیل موسےٰؑ کے بعد چودھویں صدی میں آئے۔ غرض اگر کوئی شخص سوچنے والا ہو۔ تو یہ آیت ان تمام امور

کو حل کرتی ہے۔"

ابن مریم کے بارے میں فرمایا کہ :۔

ابن مریم کا سوال بھی اللہ تعالےٰ نے بڑی صفائی سے قرآن شریف میں حل کر دیا ہوا ہے۔ اور سورہ التحریم میں اس راز کو کھول دیا ہوا ہے۔ کہ مومن مریم صفت ہوتا ہے۔ اور پھر اسمیں نفخ روح ہوتا ہے۔ اسی ترتیب کے مطابق اللہ تعالیٰ نے پہلے میرا نام مریم رکھا۔ اور پھر ایک وقت آیا۔ کہ اسمیں نفخ روح ہوا۔ اور جس طرح مریم کے حمل سے مسیح پیدا ہوا تھا . . . . . .

. . . . . جو روح القدس کے نفخ کا نتیجہ تھا۔ اسی طرح مجھے بھی اسنے مسیح بنا دیا۔ براہین احمدیہ کو قرآن شریف کی اس آیت کے ساتھ جو سورہ تحریم میں بیان ہوئی ہے۔ رکھ کر دیکھو۔ اور پھر اس ترتیب پر غور کرو کہ جو براہین احمدیہ میں رکھی ہے۔ کہ پہلے مریم نام رکھا۔ پھر نفخ روح کیا۔ اور پھر یا عیسےٰ کہہ کر پکارا۔ اس آیت قرانی کی تفسیر کھلنے کے لئے بھی دراصل یہی زمانہ تھا۔ اور زمانہ بھی ایک قسم کی عقیم کی صورت پر ہوتا ہے۔ اور حضرت مسیح کو روح اللہ اسلئے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ کو حضرت مسیح کا تبریہ منظور تھا۔ کیونکہ بعض اولاد میں شیطان کی شرکت ہو جاتی ہے۔ اسلئے روح اللہ کہکر اس الزام کو دُور کیا۔ غرض حضرت مریم کے متعلق جسقدر واقعات قرآن شریف میں پائے جاتے ہیں۔ وہی الہام یہاں بھی موجود ہیں۔ مثلاً یَا لَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ ھٰذَا۔ دراصل جس قسم کی گھبراہٹ حضرت مریم کو یہودیوں کے جوش سے تھی۔ اسی قسم کا جوش اب بھی یہود صفت مسلمانوں میں پایا جاتا ہے ایسا ہی انی لَکِ ھٰذَا بھی براہین احمدیہ میں موجود ہے۔

مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی وفات پا گیا۔ جب حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں یہ خبر عرض کی گئی۔ تو آپ کی زبان پر اسکے لئے یہ لفظ جاری ہوئے۔ مَاتَ ضَالًّا ھَائِمًا۔ جس سے اسکی تاریخ موت بھی نکلتی ہے ۵ مرد شیخ دہلوی ہامان صفات ۱۳۲۰ مات ضالًّ ھائمًا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ :۔

ایک شخص نبی بخش نام سکنہ بٹالہ نے مجھے لکھا۔ کہ وہ عیسائیوں سے بحث کرنے لگا ہے۔ اسلئے جو پرانی بائیبل اسنے دی تھی۔ وہ اُسے بھیجدی جائے جسپر میں نے اسے لکھا۔ کہ وہ عیسائیوں سے کیا بحث کریگا۔ جبکہ وہ خود ان کی سب باتوں کو تسلیم کرتا ہے۔ مثلاً یہ کہ حضرت عیسےٰ زندہ آسمان پر موجود ہے۔ غیب دان۔ مُردوں کو زندہ کرنے والا۔ شیطان سے پاک وغیرہ وغیرہ غرض ایسے اعتقاد رکھتے ہوئے۔ جو مسیحیت کی تائید میں ہیں۔ وہ کیسے عیسائیوں سے بحث کرسکتا ہے۔ اور عیسائیوں کے ساتھ بحث تو انہیں اصولوں پر ہوسکتی ہے۔ جو یہ سلسلہ بیان کرتا ہے۔ کیونکہ ہمارے مخالفین نے تو عیسائی مذہب کے جملہ اصول قبول کرکے اقبالی ڈگری کرالی ہوئی ہے اور ان کے تمام عقائد سے باطل کی تائید ہوتی ہے۔

حضرت مسیح کو روح اللہ کہکر جو عیسائی لوگ ناز کرتے ہیں۔ کہ یہ خصوصیت صرف حضرت مسیح کی ہے۔ یہ انکی سخت غلطی ہے۔ ان کو شاید یہ معلوم نہیں۔ کہ حضرت مسیح کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے روح کیوں کہا گیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ الفاظ استعمال کرکے قرآن شریف نے حضرت مسیح ابن مریم پر خصوصیت سے احسانِ عظیم کیا ہے۔ اور ان ناواجب الزامات سے جو یہودی آپ پر قائم کرتے تھے۔ آپکا تبریہ کیا ہے۔ کیونکہ بعض ناپاک یہودی حضرت مسیحؑ کی ولادت پر نہایت ہی ناپاک اور خطرناک الزامات لگاتے تھے۔ علاوہ ازیں بعض بچے اس قسم کے ہوتے ہیں۔ کہ شیطان انکی پیدائش میں شریک ہوجاتا ہے اسلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح اور اسکی والدہ کو ناپاک الزامات سے بری کرنے کے لئے قرآن شریف میں روح منہ کا لفظ استعمال کیا۔ ان الفاظ سے حضرت مسیح کی خدائی ثابت کرنا نہیں۔ بلکہ انکی پیدائش پر جو ناپاک الزامات وارد ہوتے تھے۔ ان سے انکی بریت منظور ہے۔ دوسری جگہ حضرت آدم کے بارے میں ہے۔ نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ۔ اور یہ صرف تبریہ کیلئے آئے ہیں۔ لیکن ہمارے مخالف مسلمان جو اس حقیقت سے محض ناواقف ہیں۔ وہ عیسائیوں سے خاک بحث کرینگے۔ الحکم جلد ۶ ۲۹

۱۷ر اکتوبر ۱۹۰۲ء بروز جمعہ

صبح کی نماز حضرت مسیح موعودؑ نے باجماعت ادا فرمائی۔ اور جمعہ کے وقت مسجد اقصیٰ میں تشریف لاکر اول دو نفل ادا فرمائے۔ بعد ازاں مولوی عبدالکریم صاحب نے خطبہ جمعہ پڑھکر نماز پڑھائی۔ بعد نماز چند اشخاص نے بیعت کی اور حضرت صاحب اندرون خانہ تشریف لے گئے۔ عصر کے وقت باہر تشریف لاکر نماز باجماعت ادا فرمائی اور پھر اندر تشریف لے گئے۔

نماز شام کے بعد میاں احمدالدین صاحب اپیل نویس گوجرانوالہ حاضر خدمت ہوئے۔ انکے اسقدر جلد آجانے پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

ریل بھی ایک عجیب شئے ہے۔ ایک خارق عادت طور پر انسان کہیں کا کہیں جا پہنچتا ہے۔"

۱۷ر اکتوبر ۱۹۰۲ء

بعد نماز شام ایک دوست نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ اس کی آنکھوں کی بینائی کم ہوگئی ہے۔ حضور دعا فرماویں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

ہم دعا کرینگے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ آنکھ۔ کان وغیرہ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں۔ جن کو انسان بداستعمالی سے ضائع کر بیٹھتا ہے۔"

اسکے بعد طاعون کا ذکر شروع ہونے پر نواب محمد علیخاں صاحب سے مالیر کوٹلہ کا حال دریافت فرمایا اور پھر فرمایا کہ:۔

پنجاب جو پکڑا ہوا ہے۔ یہاں کے لوگوں کو اس کا بھید بھی تو معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ قادیان گاؤں کے اردگرد پڑاووں (آویوں) میں آگ لگی ہوتی تھی۔ جسکے سبب سے گاؤں دھوئیں سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت صاحب نے اپنے عمامہ کے شملہ سے پہلے ناک کو ڈھانپ لیا اور بعد ازاں شملہ کو ڈاڑھی کی طرح منہ پر باندھا لیا اور فرمایا کہ:۔ دھواں بہت ہوتا جاتا ہے۔"

پھر طاعون کے ذکر پر فرمایا کہ:۔

ایک دفعہ ہمارے سب بچوں کو گلٹیاں نکل آئیں۔ صرف اینٹ گرم کر کے سینکتے رہے۔ تو سب کو آرام ہوگیا۔ بعض گلٹیاں طاعون کے مشابہ ہوتی ہیں

جنکے ساتھ بخار بھی آجاتا ہے۔ لیکن دراصل وہ طاعونی نہیں ہوتیں۔ بلائے آسمانی طاعون کے بارے میں تو حکمانے لکھا ہے۔ اَلطَّاعُوْنُ ھُوَ الْمَوْتُ۔ طاعون کے آثار تو ایسے خطرناک ہوتے ہیں۔ کہ اس کے نمودار ہوتے ہی انسان کے بدن کا رنگ سیاہ پڑ جاتا ہے۔ اور پھر سرسام ہو کر چند گھنٹوں میں ہی اُس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ اب بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی سہارا نہیں ہے۔ اسی کے فضل سے ہی سب کچھ ہو سکتا ہے طاعون تو ایک سرّ مخفی کی طرح ہے۔ ورنہ بعض اوقات اسکے عوارض ہو کر پھر انسان کو کچھ نہیں ہوتا۔"

منشی احمد الدین صاحب نے عرض کی۔ کہ افواہ ہے۔ سرکار نے قانون پاس کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ کہ اگر کسی محلہ میں کسی شخص کو طاعون ہو جائے۔ اور وہاں کے چند آدمی بھی کہدیں۔ کہ اسے باہر نکالا جائے۔ تو کثیر لوگوں کی مخالفت کے باوجود اسے باہر نکالدیا جائیگا۔ اور اگر مریض کے رشتہ دار اسکی خلاف ورزی کرینگے۔ تو زیر دفعہ ۱۸۸ وہ بھی مجرم گردانے جائینگے۔ اسپر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

ایک طرح سے گورنمنٹ نے اپنے سر سے بلا اُتار کر رعایا پر ڈالدی ہے محلہ میں اکثر لوگوں میں باہمی عداوت بھی ہوتی ہے۔ اسطرح سے لوگ عداوت سے بخار کے ایک مریض کو بھی طاعون کہکر نکلوا سکتے ہیں۔"

کل صبح پھر میری زبان پر جاری ہوا۔ اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ لیکن اسکے ساتھ ہی ایک انذار لگا ہوا ہے۔ اِلَّا الَّذِیْنَ عَلَوْا بِاسْتِکْبَارٍ ۝ یہ انذار ہمیشہ ساتھ ہی چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام میں یہ بھی ہوتا ہے۔ کہ ایک انذار کی غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ انسان متنبہ رہیں۔ چنانچہ حضرت نبی کریمؐ نے فرمایا ہے۔ کہ آپ کو سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا ہے۔ اسیطرح ہمارے الہام کا انذار بھی کچھ کم نہیں ہے۔ الا الذین علوا باستکبار۔ یاد رکھو کہ علو دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک تو شیطانی علو ہے۔ جیسا کہ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ میں فرمایا۔ اسی طرح اسکے حق میں فرمایا۔ واعلو جیسا اس آیت میں ہے۔

اَمِ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ یعنی تیرا یہ استعلا تکبر کے رنگ میں ہے۔ یا واقعی تو اعلےٰ ہے۔ ورنہ حقیقی علو تو خدا تعالیٰ کے خاص بندوں کے لئے ہے۔ جو آیت اَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کے موافق اسے ظاہر کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت موسےٰ کے بارے میں فرمایا۔ لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی۔ یہ علو جو اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو عطا کرتا ہے۔ وہ انکسار کے رنگ میں ہوتا ہے۔ برخلاف اسکے شیطان کا علو استکبار سے ملا ہوا ہوتا ہے۔ حضرت نبی کریمؐ نے جب مکہ کو فتح کیا۔ تو آپ نے اسکے شکریہ میں اسی طرح خدا کے حضور سر جھکایا۔ اور سجدہ کیا۔ کہ جس طرح پر آپ مشکلات اور مصائب کے اندر اُسکے حضور جھکاتے تھے۔ جو آپ کو اسی مکہ کے اندر پیش آتی تھیں۔ فتح مکہ پر جب آپنے دیکھا۔ کہ آپ کس حالت مغلوبیت سے غالب ہو گئے ہیں۔ تو آپؐ کا دل خدا کے شکر سے بھر گیا۔ اور آپ سجدہ میں گر گئے۔"

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگردوں میں سے ایک کا ذکر مجلس مبارک میں ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ:۔

ایک دفعہ شاید وہ بٹالہ میں تھے۔ کہ ایک شخص نے انسے حقہ کا فتوےٰ پوچھا۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ (حالانکہ یہ جواب غلط تھا) کہ حقہ دو قسم کا ہے ایک وہ جو کہ تکیوں میں ہوتا ہے۔ جس کا پانی دس دس دن تک نہیں بدلتے۔ اور نہ اسے غسل دیکر صاف کرتے رہتے ہیں۔ وہ تو حرام ہے۔ لیکن دوسرا جس کا پانی اکثر بدلتے رہتے ہیں۔ اور اسے غسل دے دیکر صاف کرتے رہتے ہیں۔ وہ حلال ہے۔"

اسکے بعد مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کی وفات کے تذکرہ میں مفتی صدرالدین صاحب صدر الصدور کا ذکر آیا۔ اور پھر مختلف گفتگوؤں کے بعد مفتی محمد صادق صاحب نے مسیح کی صلیب کی داستان ایک انگریزی کتاب سے سنائی جس میں ایک موقعہ پر یہ لکھا تھا۔ کہ جب حضرت مسیح کو صلیب دی گئی۔ تو اس وقت مُردے قبروں میں سے نکلے۔ اسپر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

عالم رویا میں مُردہ کے قبر سے نکلنے کی یہ تعبیر ہوتی ہے۔ کہ کوئی گرفتار آزاد ہو۔

ممکن ہے۔ کہ کسی نے اسوقت کشفی عالم میں یہ دیکھا ہو۔ ورنہ یہ اپنے ظاہری معنوں کے مطابق نہیں ہوا۔

احباب میں سے ایک نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں عرض کی کہ آج قادیان میں طاعون کا ٹیکہ لگانے والے آئے تھے۔ باہر باغ میں سب لوگوں کو بلاکر ایک تقریر میں ٹیکہ کے فوائد لوگوں کو سنائے۔ جسپر سب لوگوں نے ٹیکہ لگوانے کا فیصلہ کر لیا۔ تقریر کرنے والے رائے پرتاب سنگھ صاحب تھے جنہوں نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہا۔ کہ انہوں نے مرزا صاحب کو بھی تاکید کرنی تھی۔ مگر چونکہ انہوں نے ماننا نہیں اور ڈھنگ بنایا ہوا ہے۔ اسلئے وہ سردست انسے کچھ نہیں کہتے پھر کسی موقعہ پر کہونگا۔ پھر اسنے کہا کہ وہ یہاں نہ آتا لیکن چونکہ متواتر پوڑیں پہنچیں۔ کہ قادیان کے چوڑہوں میں طاعون پڑ رہی ہے۔ اس لئے آنا پڑا۔

اسپر مولوی حکیم نورالدین صاحب نے بیان کیا۔ کہ ان کے ہاں نہالی چوڑہی آتی ہے۔ اور انہوں نے اس سے طاعون کا حال دریافت کیا تھا۔ تو وہ کہنے لگی۔ کہ طاعون تو ہے نہیں۔ صرف ایک لڑکی مری ہے۔ جو پرانی بیمار تھی۔ لیکن اب کہتے ہیں۔ کہ وہ طاعون سے مری ہے۔ اسپر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

چوڑہوں میں ہمیشہ کبھی نہ کبھی ایسی موتیں ہوتی رہتی ہیں ایک دفعہ اسی موسم میں پچاس چوڑھے ایک ہی بار ہیضہ سے مر گئے تھے۔ حالانکہ اُن دنوں طاعون وغیرہ نہ تھی۔ اور چوڑہوں کا محلہ تو ہم سے ایسا ہی دور ہے۔ جیسا کہ مواضع ننگل اور بھینی۔ یہ لوگ زبردستی سے چوڑہوں کا قادیان سے الحاق کرتے ہیں۔"

آخرکار چوڑہوں کی موت کی وجہ مُردہ متعفن مویشی کھانے کی نکلی اس دست نے بیان کیا۔ کہ ٹیکہ لگانیوالے سردست قادیان کے ہندو مسلم اکابرین کے دستخط کرا کر لے گئے ہیں شاید کل یا پرسوں دوبارہ آئیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔ ہمارے دستخط کشتی نوح میں موجود ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ سیدھا اور راست ہوگا۔ تو طاعون کی نہیں کہ اسکے قریب آئے۔"

بعد ازاں طاعون کے ذکر پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

میرا مذہب یہی ہے۔ کہ اگر انسان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق ہو۔ تو وہ طاعون

میں مبتلا نہیں ہوسکتا۔ دیکھو چور ہمیشہ وہاں چوری کرنے کیلئے آتا ہے جہاں تاریکی ہو اسی طرح طاعون کا حملہ وہاں ہوتا ہے۔ جہاں گناہ کی تاریکی موجود ہو۔ یہ بالکل سچی بات ہے۔ کہ صحابہ رضؓ میں سے بھی بعض بلاشبہ طاعون کی موت سے وفات یافتہ ہوئے ہیں۔ اور انکی موت فی الحقیقت شہداء کی موت تھی لیکن وہ زمانہ اس وقت کے مامور حضرت محمدؐ کے زمانہ کے بعد تھا۔ جبکہ ان کا محفوظ رہنا بطور تحدی ایک نشان نہ تھا۔ اسی طرح یہاں بھی اللہ تعالےٰ نے ایک نشان مقرر کیا ہے۔ لیکن پھر بھی ہم کہتے ہیں۔ کہ کوئی شخص یہ ثابت کردے۔ کہ کوئی نبی بھی کبھی طاعون سے فوت ہوا ہے؟ جب ایک امر بطور تحدی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ اور اسکے مشتبہ ہوجانے سے توحید کو خطرہ میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو جس سبب سے مخلوق خدا تباہ ہوتی ہو تو اللہ تعالیٰ اس امر کو کبھی مشتبہ نہیں ہونے دیتا۔ اسی بارہ میں جو کچھ اللہ تعالےٰ نے ہمیں بتایا ہے اسے ہم نے عام طور پر شائع کردیا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں طاعون کی کوئی قطعی دوائی بتا دیگا۔ اور علاج کی طرف ہمیں توجہ دلا دیگا۔ تو ہم اسی پر عمل کر کے دوائی استعمال کرینگے۔ لیکن اسوقت تک ہم اسی پر عامل ہیں۔ جو ہمیں اب تک بتایا جا چکا ہے۔ اگر ہمیں ٹیکہ لگوانے کا حکم ہوتا۔ تو سب سے پہلے ہم اسے لگواتے۔ ہر ایک شخص کو اپنا ایمان پرکھ لینا چاہیئے۔ اگر وہ اپنے اندر کوئی ایمانی ضعف اور غفلت پاتا ہے۔ تو اسے ٹیکہ لگوا لینا چاہیئے۔ لیکن ہم اسے نہیں لگوا سکتے۔ کوتاہ بین خواہ اسپر کچھ اعتراض کریں۔ یا کہیں۔ اگر ہم ٹیکہ لگوانے کی طرف رجوع کریں۔ تو اسکے معنے یہ ہونگے۔ کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے نشان پر کوئی ایمان نہیں۔ حالانکہ حق یہ ہے۔ کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر ایسا پختہ یقین ہے۔ کہ جو بیان سے باہر ہے۔ اور ہم اسی صورت میں ٹیکہ لگوا سکتے ہیں۔ کہ کوئی شخص ہمارے دلائل کو توڑ کر دکھا دے سب لوگ اسے اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ ہوشیارپور اور جالندھر کے اضلاع میں ابھی چند ہی وارداتیں طاعون کی ہوئی تھیں۔ کہ مینے اللہ تعالیٰ سے علم پاکر پیشگوئی کی تھی۔ کہ یہ وبا پنجاب کے دوسرے اضلاع میں بھی پھیل جائیگی۔ لیکن ناعاقبت اندیش مخالفین نے اسپر بے حد طوفان بے تمیزی برپا کردیا۔ لیکن اب جبکہ وہ بات سچی نکلی۔ اور پنجاب کے مختلف

اضلاع میں پیشگوئی کے مطابق طاعون پھیل گئی۔ تو ہمارے مخالفین اس کا کیا جواب دے سکتے ہیں۔ کیا یہ بات انسانی تصرفات میں سے ہے۔ کہ ایک واقعہ کی خبر اتنے سال پہلے دے اور وہ پورے طور پر واقع ہو جائے۔ پھر اس بیماری کے انسداد کے لئے کس قدر کوششیں کی گئیں۔ اور اگر یہ بیماری اسباب عادیہ کے اثرات کے ماتحت ہوتی۔ تو ان انسدادی تدابیر کا کوئی مفید نتیجہ نظر آجاتا۔ اسی سے انسان سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہ امر انسانی تدابیر اور فراست سے بہت بالاتر ہے۔ ہماری وہ کتابیں و رسالے جسمیں طاعون کے متعلق پیشگوئیاں درج ہیں۔ وہ خود گورنمنٹ کے پاس پہنچ چکی ہیں۔ اور وہ انسے پورے طور پر واقف ہے۔ کل ملک میں انکی شہرت ہو چکی ہے۔ پس ایسی حالت میں جبکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں امتیازی نشان عطا کیا گیا ہے۔ تو ہم اپنے ربّ کی بے عزتی نہیں کرنا چاہتے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا اور بھی فضل ہے۔ کہ اس نے حکام کے دلوں میں ڈالدیا۔ کہ انہوں نے جبراً ٹیکہ لگوانے کی قید اُڑادی۔ اور ہر ایک شخص کی رضامندی پر اسے چھوڑ دیا۔ خواہ وہ طاعون کا ٹیکہ لگوائے۔ یا نہ لگوائے۔ اگر احمق اور بے وقوف لوگ اس راز کو نہ سمجھ سکیں۔ تو اسمیں ہمارا کیا قصور ہے۔ لیکن ہمیں یقین ہے۔ کہ یہ اختیار بھی خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے رکھا تھا۔ غرض طاعون کی بیماری میرے لئے ایک نشان کے طور پر ہے۔ اور میں اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتا ہوں۔ کہ وہ مجھے اس سے بالکل محفوظ رکھیگا۔ جیساکہ اُس نے فرمایا۔ اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ اور احافظک خاصتہ۔ لیکن ہماری جماعت کو چاہیئے۔ کہ وہ نرے دعاوی پر ہی اپنا سہارا نہ رکھیں۔ بلکہ ان کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو سنواریں۔ اور اپنے نفس کی اصلاح کریں۔ جو شخص اپنی اصلاح نہیں کرتا۔ اور تقوے اور طہارت پر قدم نہیں مارتا۔ وہ شخص اس سلسلہ کا دشمن ہے۔ اور اپنے طرز عمل سے اسے بدنام کرنا چاہتا ہے۔ اور اس سلسلہ کو جسے خدا نے خود قائم کیا ہے۔ اپنے عمل سے جھٹلاتا ہے۔ جو لوگ اپنے عمل سے اس سلسلہ کی بے عزتی کرینگے۔ تو اللہ تعالیٰ کو بھی ایسے لوگوں کی کچھ پرواہ نہیں۔ اُسے

تو اس سلسلہ کی عزت اور عظمت منظور ہے۔ اسلئے اسے ایسے لوگوں سے پاک اور صاف کر دیگا۔ جو اپنی عملی کمزوریوں سے اسکی بدنامی میں حصّہ لیتے ہیں۔ دیکھو حضرت موسٰے کے لشکر میں کئی بار وبا پڑی۔ جسے دیکھ کر ان کے مخالف تمسخر و استہزا کرتے ہونگے۔ حالانکہ یہ سب ان کی جماعت کی بداعمالیوں اور خرابیوں کا نتیجہ تھی۔ کہتے ہیں بلعم نے جب دعا کی تھی۔ تو انمیں سے اسّی ہزار ہلاک ہو گئے تھے۔ اور یہ سب ابتلا انکی بدکاریوں کا نتیجہ تھی۔ گویا اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے انہوں نے حضرت موسٰے ع کو بھی بدنام کر دیا۔ اس لئے میں اپنے مریدوں کو ہدایت کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنے آپ کو درست کر لیں۔ تاکہ ایسا نہ ہو۔ کہ ان میں سے کوئی شخص سلسلہ کو بدنام کرنے والا ٹھہرے۔ گو میں جانتا ہوں۔ کہ بہت ہی تھوڑے لوگ ہوتے ہیں۔ جو سلسلہ کو بدنامی سے بچانے کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ جبتک انسان کا دل پورے طور پر پاک اور مطہر نہ ہو۔ اسپر فرشتہ کا نزول نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ تم لوگ اپنے دل کے ہر حصّہ کو ٹٹولتے رہو کہ اسمیں ذرہ سی بھی میل باقی نہ رہنے پائے۔ اور پھر اپنے نیک اعمال سے اپنے پاک دل کی پاکیزگی کا ثبوت دو۔ دیکھو انسان ہاتھ سے پاخانہ کو بھی صفا کرتا ہے۔ اور اس ہاتھ سے اپنے خفیہ اعضا کو پاک کرتا ہے۔ پھر اگر پاخانہ کا کوئی ذرہ بھی اسکے ہاتھ پر رہ جائے۔ تو کیا وہ اسکے ساتھ اپنی غذا کھا سکتا ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ اسبات سے نفرت پیدا ہوگی۔ اسی طرح پر خوب یاد رکھو کہ اگر انسان کے دل میں یا اسکے اعمال میں ذرہ سی بھی گندگی ہو۔ تو اللہ تعالےٰ اور اسکے فرشتوں کا نزول ایسے شخص پر کبھی نہیں ہو سکتا۔ ہمارے الہام میں جو آیا ہے۔ الا الذین علوا باستکبار۔ یہ بڑا منذر اور ڈرانے والا الہام ہے۔ ضروری ہے کہ تم لوگ ..... کشتی نوح کتاب کو بار بار پڑھو۔ اسی طرح قرآن کریم کو غور و خوض سے باقاعدہ پڑھا کرو۔ اور عین اسکے احکام کے مطابق اپنے اعمال کو درست کر لو۔ کسی شخص کو کیا معلوم ہے۔ کہ آیندہ اسکے ساتھ کیا معاملہ ہونیوالا ہے۔ تم اپنی قوم کی طرف سے ہر قسم کی لعنت و ملامت

اس سلسلہ میں شمولیت حاصل کرکے لے چکے ہو۔ لیکن اگر خدانخواستہ اس لعنت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی لعنت بھی تم نے اپنی بداعمالیوں اور بدکرداریوں کی وجہ سے لے لی۔ تو تمہارے دین و دنیا دونوں بگڑ گئے۔ اسلئے خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنا معاملہ صاف کرو اور اسکی رحمت اور فضل کے نیچے آجاؤ۔ مخالف اخبارات ہمارے خلاف کس قدر شور مچاتے ہیں۔ اور ہماری مخالفت میں ہر پہلو سے زور لگاتے ہیں۔ لیکن وہ یاد رکھیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے کام ہمیشہ بابرکت ہوتے ہیں۔ ہاں اتنی بات ضروری ہے۔ کہ اس برکت سے حصہ لینے کے لئے ہم اپنے نفس کی اصلاح اور درستی کریں۔ اسلئے میں بار بار تم کو کہتا ہوں۔ کہ اپنے ایمان اور اعمال کا محاسبہ کرو اور انمیں ایسی تبدیلی پیدا کرو۔ کہ تمہارا دل خدا تعالیٰ کا عرش ہو جائے۔ اور تم اسکی حفاظت کے سایہ کے تلے آجاؤ۔ میں پھر تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ کہ تم ایسے پاک و صاف ہو جاؤ۔ جیسا کہ صحابہؓ ہو گئے تھے۔ جنہوں نے اپنے اندر ایسی تبدیلی پیدا کرلی تھی۔ کہ دنیا چھوڑ کر ٹاٹ کے کپڑے پہن لئے۔ اسلئے تم بھی اپنے اندر ویسی ہی تبدیلی پیدا کرکے دکھاؤ۔ رُو بہ دنیا نہ رہو۔ بلکہ اپنی پوری توجہ سے خدا تعالیٰ کیطرف رجوع کرلو۔ عنقریب اللہ تعالیٰ کا عذاب شدید نازل ہونے والا ہے۔ اور وہ خبیث اور طیب میں ایک امتیاز کرنے والا ہے۔ وہ پاک لوگوں کو ایک فرقان عطا کریگا۔ اور وہ اسی وقت جبکہ وہ دیکھیگا۔ کہ تمہارے دلوں میں کسی قسم کا فرق نہیں رہا۔ اگر کوئی شخص بیعت کرتے وقت یہ اقرار تو کرتا ہے۔ کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیگا۔ لیکن اپنے عمل سے اسکی سچائی اور وفائے عہد نہیں کرتا۔ تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے شخص کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ اگر ایسے غافل اور بداعمال لوگ ہماری جماعت میں سے ہزارہا کی تعداد میں بھی طاعون سے مرجائیں۔ تو ہم یہی کہینگے۔ کہ انہوں نے اپنے اندر پاک تبدیلی نہ کی تھی۔ اور وہ سچائی اور معرفت کے اس نور سے جو تاریکی کو دور کرتا۔ اور دل میں ایک یقین اور لذت بخشتا ہے۔ بے نصیب رہے تھے۔ اسلئے ہلاک ہو گئے۔

دیکھو۔ طاعون کا ٹیکہ لگوانے والے اپنی جگہ پر ایک اسباب پر پنجہ مارتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ وہ اس ذریعہ سے ہلاکت سے بچ جائینگے۔ اور کچھ تعجب نہیں۔

کہ اس سے فائدہ بھی اٹھائیں۔ لیکن وہ لوگ جو ہمارے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اگر وہ اس دوائی کو استعمال نہیں کرتے۔ جو ہم پیش کرتے ہیں۔ اور اس ٹیکہ کو استعمال نہیں کرتے۔ جو خدا تعالیٰ نے ان کے لئے تیار کیا ہے۔ تو ان پر افسوس ہے۔ کیونکہ وہ اس ٹیکہ سے بھی محروم رہے۔ جو گورنمنٹ نے تجویز کیا ہے۔ اس سے تو بہتر تھا۔ کہ وہ ٹیکا ہی کروا لیتے۔ کیونکہ اگر وہ پختہ ایمان اور نیک اعمال نہیں رکھتے۔ تو خدا تعالیٰ ان کی کچھ پرواہ نہ کریگا۔ اور اسطرح ان کی موت نہایت حسرتناک ہوگی۔ اور اس سے انکے ایمان کو اور بھی صدمہ پہنچیگا۔ اللہ تعالیٰ انسان کی صورت کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ وہ دیکھتا ہے۔ کہ کہانتک کسی شخص نے اپنے آپ کو اسکے منشاء کے مطابق بنایا ہے۔ اگر ہماری جماعت کا کوئی شخص طاعون سے مرجائے۔ اور اس وجہ سے ہماری جماعت کو ملزم گردانا جائے۔ تو ہم کہینگے کہ یہ محض دھوکا اور مغالطہ ہے۔ کیونکہ طاعونی موت ثابت کرتی ہے۔ کہ وہ فی الحقیقت جماعت سے الگ تھا۔ ورنہ ایک موت تو دوسری موت کا کفارہ ہو جاتی ہے۔ اگر اسکے نفسانی جذبات اور خواہشات پر موت آچکی ہوتی اور وہ دنیا کے فریبوں اور مکاریوں سے علیحدہ ہو چکا ہوتا۔ تو پھر کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ دوبارہ ہلاک کیا جاتا۔ اسکی دوبارہ ہلاکت ہی اس امر کی دلیل ہے کہ فی الحقیقت وہ جماعت سے الگ تھا۔ طاعون سے مرجانا بیشک شہادت کی موت ہے۔ لیکن اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے اسے ایک نشان ٹھہرایا ہے۔ اسلئے اگر طاعون سے جماعت تباہ ہو جائے۔ تو پھر نتیجہ یہ نکلیگا۔ کہ یہ ہماری شامت اعمال سے آئی ہے۔ جیسا کہ بعض ظالم طبع لوگوں نے خطوں کے ذریعہ مجھے لکھا۔ لیکن انہیں عنقریب معلوم ہو جائیگا۔ کہ یہ کن کی شامت اور کن لوگوں کے لئے آئی ہے۔ ہماری جماعت کا فرض ہے۔ کہ وہ پورے طور پر اپنی اصلاح کرے۔ ورنہ اگر وہ نہ تو دنیاوی ٹیکہ کرائے اور نہ آسمانی ٹیکہ تو وہ الزام کے نیچے ہے۔ اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرو۔ اور خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنا معاملہ صاف کرو۔ میں نے تھوڑی سی نصائح کشتی نوح میں لکھی ہیں۔ خدا نے چاہا۔ تو پھر کسی اور حصہ میں تعلیم کی تکمیل کرونگا۔ تاہم میں کہتا ہوں

کہ جس قدر بھی لکھا گیا ہے۔ اگر اسپر بھی پورا عمل کیا جائے۔ تو اللہ تعالیٰ ضرور اپنا فضل کردیگا۔ دیکھو۔ مرنا ضروری ہے۔ اس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔ بلکہ مومن تو وہی ہے۔ جو ہر وقت اپنی موت کو یاد رکھے۔ تاکہ اسے اپنے اعمال میں تبدیلی پیدا کرنے کا موقعہ ملتا رہے۔ لیکن اس طرح سے طاعونی موت مرزا یکے نقصان مایہ دوم شماتت ہمسایہ کا مصداق ہونا ہے یعنی ایک تو یہ کہ مریں بھی اور دوم یہ کہ جھوٹے کہلا کر مریں ہمارے مخالفین صورت کو دیکھتے ہیں لیکن خدا تعالےٰ حقیقت اور اصلیت کو دیکھتا ہے ہم ان دنیا داروں کو سمجھانے کے لئے۔ کہاں سے باریک فیصلے لاویں گے۔ وہ تو محض یہی دیکھینگے۔ کہ فلاں شخص کا نام مبائعین میں درج ہے۔ اور طاعون سے مرگیا ہے۔ لیکن یہ انہیں کب اور کیونکر معلوم ہوسکیگا۔ کہ دراصل اس شخص کا نام خدا کے دفتر میں نہ تھا۔ اسلئے تم کو یک رنگ ہوجانا چاہیئے۔ دنیا تم کو اس سلسلہ میں سے سمجھتی ہے۔ اور ظاہری تعلق دیکھتی ہے۔ سو تمہیں اپنے حالات اور اعمال کو ایسا بنا لینا چاہیئے۔ کہ خدا تعالیٰ کے حضور اور اسکے دفتر میں بھی تمہارا نام اسی سلسلہ کے اندر داخل ہو۔ اللہ تعالےٰ نے تمہیں اس وقت بڑا ترقی کا موقعہ دیا ہے۔ نفس بڑا موذی ہوتا ہے۔ جبتک اسکے منہ میں لگام نہ ہو۔ قابو میں نہیں رہتا۔ صوفی کہتے ہیں۔ کہ جو لوگ پاک بننے کیلئے آپ محنت کرتے ہیں۔ وہ سالک ہوتے ہیں۔ لیکن جنکو اللہ تعالیٰ پاک ٹھہراتا ہے۔ وہ مجذوب ہوتے ہیں۔ پس خدا تعالیٰ اپنا قانون کبھی نہیں بدلتا۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتّٰی یغیروا ما بانفسھم اللہ تعالیٰ نے میرے الہامات میں جو طاعون کے متعلق ہیں یہ آیت بھی رکھی ہے جو اس امر کیطرف رہبری کرتی ہے۔ کہ ہماری جماعت کو تبدیلی کی بڑی ضرورت ہے۔ یہ بڑی خوفناک بات ہے۔ کہ انسان نصیحت کو سنکر کانوں تک ہی رہنے دے اور دل تک اس کا اثر نہ پہنچے۔ وہ شخص بڑا ہی ظالم ہے۔ جو ظاہری حالات پر خوش ہوجاتا ہے۔ اور سچی اطاعت اور پاکیزگی کی حالت نہیں دکھاتا۔ حالانکہ وہ ایک الگ چیز ہے۔ اگر حقیقی اطاعت کا رنگ کسی نے دیکھنا ہو۔ تو وہ صحابہ رضؓ میں دیکھ سکتا ہے۔

ایک دفعہ حضرت نبی کریمؐ نے ایک ضرورت پیش آمدہ کے لئے صحابہؓ سے چندہ طلب کیا۔ حضرت ابوبکرؓ گھر کا سب اثاثہ اٹھا لائے۔ حضرت عمرؓ اپنے اثاثہ کا نصف اسی طرح دیگر صحابہؓ علے قدر مراتب چندہ میں شامل ہوئے جب حضرت نبی کریمؐ نے ہر ایک سے دریافت فرمایا۔ کہ کس قدر لائے ہو۔ اور گھر میں کسقدر چھوڑ آئے۔ تو ہر ایک نے عرض کردی۔ جب حضرت ابوبکرؓ سے آپنے دریافت فرمایا۔ تو انہوں نے عرض کی کہ یارسول اللہ گھر میں اللہ اور اسکے رسولؐ کا نام چھوڑ آیا ہوں۔ اسپر آپؐ نے فرمایا۔ کہ جس قدر عمل میں فرق ہے۔ اتنا ہی ایمان میں غرض اطاعت کوئی چھوٹی سی بات نہیں۔ اور سہل امر نہیں۔ یہ بھی ایک قسم کی موت ہوتی ہے۔ جسطرح سے ایک زندہ آدمی کی کھال اتار دی جائے بعینہ یہی حال اطاعت کا ہے۔ یہ زمانہ بھی اسلام پر اسی قسم کا نازک ہے۔ جیسا کہ حضرت نبی کریمؐ کی ابتدائی زندگی میں تھا۔ نہایت ہی نازک اور خطرناک دن ہیں۔ جو شخص اسوقت اپنے آپکو اسلام کی تعلیم کے مطابق نہیں بناتا۔ وہ خدا تعالیٰ کے سلسلہ کو بدنام کرتا ہے۔ بہت استغفار پڑھا کرو۔ اور دعائیں مانگا کرو۔ اور اپنے آپ کو درست بنالو۔ کوئی ایک ہی حکم نہیں۔ کہ جس کی نافرمانی سے دوزخ یا اسکی فرمانبرداری سے بہشت مل جائیگا۔ جبتک دوزخ کے سب دروازوں کو بند نہ کرلو گے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ یہ نہ ہو۔ کہ ایک دروازہ کھلا چھوڑ دو۔ اور باقی بند کردو۔ نہیں بلکہ دوزخ کے ہر ایک دروازے کو بند کردو۔ اپنی عورتوں اور بچوں کو تعلیم اسلام سکھاؤ۔ اور ان کے ذہن نشین کرو۔ کہ یہ نہایت نازک وقت ہے۔ اور ہماری جماعت خصوصیت سے ایک نہایت اہم ذمہ داری کے نیچے ہے۔ گورنمنٹ کو بھی ٹیکہ کروانے سے جواب دیدیا۔ اور پھر اپنی اصلاح بھی نہ کی۔ تو ایسا شخص یقیناً سخت خطرہ میں ہے۔ گورنمنٹ تو ہم پر ایمان نہیں رکھتی تاکہ ہمارے آسمانی ٹیکہ سے فائدہ اٹھائے۔ لیکن تم لوگ جو اس سلسلہ کو خدا کی طرف سے مانتے ہو۔ اگر نیک عمل نہ کرو گے۔ تو خسر الدنیا والآخرہ ٹھہرو گے۔ دیکھو جس طرح پر دنیا کا ایک قانون ہے۔ جیسا مثلاً تریدک کھانا۔ جو شخص بھی اسے کھائیگا۔ خواہ وہ چوڑھا ہو یا چمار۔ ہندو ہو۔ یا عیسائی

یا مسلمان۔ جو بھی اسے کھائیگا اسے اسہال آئینگے۔ اسی طرح پر ہوا چاند سورج وغیرہ اجرام سماویہ تمام نبی نوع انسان ان سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔ ان دنیاوی قوانین کی طرح اللہ تعالیٰ نے ایک قانون اپنے برگزیدگان اور راستبازوں کے لئے رکھا ہوا ہے۔ اور وہ ایسا ٹیکہ ہے۔ کہ جسمیں نشتر کی ضرورت نہیں پڑتی نہ اس سے بخار آتا ہے۔ جب بھی کوئی شخص اسکی شرائط کو پورا کرنے والا ہو۔ تو وہ خدا کے سایہ کے تلے آجاتا ہے۔ اسلئے تم اسے اختیار کرو تاکہ تم ضائع نہ ہو جاؤ ہر شخص جو میرے ان کلمات کو سمجھے اسپر لازم ہے۔ کہ وہ دوسروں کو سمجھائے حاضر غائب کو پہنچائے۔ تاکہ کوئی دھوکا نہ کھائے۔ خوب یاد رکھو محض اسم نویسی سے کوئی شخص جماعت میں داخل نہیں سمجھا جاتا۔ جبتک وہ اپنے اندر حقیقت کو پیدا نہ کرے۔ آپسمیں محبت کرو۔ ائتلاف حقوق نہ کرو۔ خدا کی راہ میں دیوانوں کیطرح ہو جاؤ۔ تاکہ خدا تم پر اپنا فضل نازل کرے۔ اسکی طاقت سے کچھ بھی باہر نہیں۔

(الحکم جلد ۶ ۳۹)

۱۸ر اکتوبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ صبح کی نماز حضرت مسیح موعودؑ نے باجماعت ادا کی اور پھر اندرون خانہ جاکر سیر کے لئے باہر تشریف لے آئے۔ اور میدان میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ:۔

آج کوئی پہر بھر رات باقی ہوگی۔ کہ الہام ہوا۔ اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ و لنجعلہٗ اٰیۃ للناس ورحمۃ منّا وکان امرًا مقضیًا عِنْدِیْ معالجات ط اور اسکے ساتھ ہی ایک اردو الہام بھی ہوا۔ لیکن وہ لمبا تھا۔ اس لئے یاد نہیں رہا۔ اس کا خلاصہ یہ تھا۔ کہ ایمان کے ساتھ نجات ہے"۔ میں نے اس الہام کو حسب معمول اپنی کتاب میں لکھ لیا۔ اور پھر گھر میں دریافت کیا۔ کہ آج انہوں نے بھی کوئی خواب دیکھا ہے۔ یا نہیں۔ کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے۔ کہ میرے الہام کے ساتھ انکو بھی کوئی مصدق خواب آجایا کرتا ہے۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ انہوں نے ابھی ایک خواب دیکھا ہے۔ کہ ایک بڑا صندوق ادویہ کا بذریعہ بلٹی آیا ہے جسے شیخ رحمت اللہ صاحب نے بھیجا ہے۔ اور اسے چراغ اٹھا کر لایا ہے

حکیم فضل الدین صاحب کی بیوی اور ہر دوائی پاس کھڑی ہیں۔ جب اسے کھولا گیا۔ تو وہ لبالب دوائی کی شیشیوں سے بھرا ہوا تھا۔ کوئی چھوٹی شیشی ہے کوئی بڑی۔ گھر میں تعجب کیا۔ کہ کبھی کبھی دس بارہ شیشیاں منگوائی جاتی تھیں۔ اب یہ ہزارہا شیشیاں کیوں منگوائی گئی ہیں۔ مینے اس خیال سے کہ ان کے ایمان میں اور بھی ترقی ہو۔ کہا۔ کہ مجھے آج یہ الہام ہوا ہے۔ اور مینے وہ لکھا ہوا الہام ان کو دکھا دیا۔

خدا کی قدرت ہے۔ کہ کیسا عجیب توارد ہے۔ اور ہر الہام میں رحمۃ منا ہے۔ ادہر رویا میں دکھایا گیا۔ کہ رحمت اللہ نے بھیجا ہے۔ اور پھر حکیم فضل الدین صاحب کی بیوی مریم کا پاس ہونا اور چراغ کا اٹھا کر لانا یہ سب مبشرات ہیں۔ لنجعلہ آیۃ للناس سے مراد یہ ہے۔ کہ یہ وعدہ حفاظت جو ہے۔ اس حفاظت کو لوگوں کیلئے ایک نشان ٹھراؤنگا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اب کھلے کھلے طور پر کچھ کرنا چاہتا ہے۔ جیسے انا تجادلنا میں ہوا تھا۔ اسوقت ایک قوم تمنا کے ساتھ ٹیکہ کروا رہی ہے۔ اور ہم اس نشان ..... پر نازکرتے ہیں۔ اور بالکل خدا پر چھوڑتے ہیں۔ یہ خواب ہمارے الہام عندی معالجات کی تصدیق کرتا ہے۔ مجھے بتلایا گیا۔ ان کو دکھلایا۔

قرآن شریف میں صاف طور پر آیا ہے۔ والرجز فاھجر اسلئے صفائی کا التزام رکھنا نہایت ضروری ہے۔ اسی طرح کسی بیماری کا علاج کرنا حرام تو نہیں ہے۔ خدا کی شان ہے۔ کہ یورپ کی صدہا چیزیں ہم استعمال کرتے ہیں۔ ریل۔ تار۔ پریس وغیرہ یہانتک کہ دیا سلائی تک سے ہم فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اسی طرح اگر وہاں کی بنائی ہوئی کوئی دوائی ہو۔ تو اسکے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن باوجود اسکے اللہ تعالیٰ کی کوئی عظیم الشان مصلحت ہے۔ کہ ہمیں ان کے اس علاج یعنی ٹیکہ کی طرف توجہ نہیں دلائی بلکہ فرمایا عندی معالجات اسمیں عندی کو مقدم کرکے اور بھی تاکید کا رنگ پیدا کیا۔ کہ معالجات میرے ہی پاس ہیں۔ اور پھر الف اور ت کے ساتھ جو جمع ہو۔ وہ اور بھی استغراق کا فائدہ دیتی ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ کوئی عظیم الشان نشان دکھانے

کا ارادہ فرماتا ہے۔ اگر ہم ٹیکہ لگوائیں۔ اور پھر اسے نشان کہیں۔ تو یہ نشان نہیں کہلا سکتا۔ چونکہ ہمیں اس سے علیحدہ رکھا جاتا ہے۔ اسلئے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسمیں کوئی مخفی حکمت ہے۔ جس کا علم بعد ازاں ہوگا۔ ورنہ ہم انکی دوسری چیزیں اور ادویہ استعمال کرتے ہی ہیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ ڈاکٹر ایک طرف تو کہتے ہیں۔ کہ جبتک طاعونی کیڑے کا طبیعت کے ساتھ کوئی لگاؤ نہ ہو۔ تب تک طاعون نہیں ہوتی۔ اور دوسری طرف ٹیکہ کر کے خود جسم کے اندر طاعونی کیڑے داخل کرتے ہیں۔ چیچک کے ساتھ اس کا قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے چیچک کا مادہ تو انسان کے اندر شیر مادر کیساتھ آتا ہے۔ لیکن طاعون کے بارے میں کہا گیا ہے۔ کہ بہت سی طبائع میں یہ مادہ موجود ہی نہیں ہوتا۔ صرف اس گمان پر ہر ایک کو ٹیکہ لگا دیا جاتا ہے۔ کہ وہ مادہ کسی طرح انسان کے اندر داخل نہ ہو جائے۔

مولوی محمد احسن صاحب نے ذکر کیا۔ کہ حضور تخرج الصدور لالقبور کا آغاز تو ہو گیا۔ کیونکہ ایک طرف تو مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی فوت ہو گئے اور دوسری طرف فتح علی شاہ صاحب اور اللہ بخش صاحب تونسوی وفات پا گئے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ ہاں آپنے خوب سمجھا۔ لاہور کے بعض رؤساء جو ٹیکہ طاعون لگوانے پر راضی ہو گئے ہیں۔ یہ امر انکی شجاعت پر دلالت نہیں کرتا۔ بلکہ وہ اس خیال سے لگوا رہے ہیں۔ کہ سرکار راضی ہو جائے۔ اور اس کا ہاتھ بٹایا جائے۔ گو اس معاملہ میں ہماری جماعت کو گورنمنٹ کا مخالف ہی خیال کیا جائیگا۔ بڑی ضرورت اس زمانہ میں خدا شناسی کی ہے۔ جیسا کہ آج کی رویا سے معلوم ہوتا ہے۔ درحقیقت نجات ایمان سے ہی ہے۔ کیونکہ خدا شناسی کے بغیر گناہ کی ناپاک زندگی پر موت وارد نہیں ہو سکتی۔ اور خدا شناسی کا پہلا زینہ یقین ہے اللہ تعالیٰ اور اسکی عجیب در عجیب قدرتوں اور طاقتوں پر سچا ایمان اور یقین معرفت کا ایک نور عطا کرتا ہے۔ جس سے دل میں ایک قوت پیدا ہوتی ہے۔ اور اس قوت کے ذریعہ سے انسان گناہ کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ دیکھو۔ ہمارے مخالف لوگ اپنے ظنون باطلہ پر ایک قسم کا یقین رکھتے ہیں۔ یعنی انکا گمان ہی

کہ ٹیکہ کے ذریعہ سے انسان طاعون کی موت سے بچ سکتا ہے۔ تو کیا ہم اپنے اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر بھی یقین کامل نہ رکھیں؟ ہمارا پختہ یقین ہے۔ کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ وہ بالکل سچ ہے۔ اور ویسا ہی ہوکر رہیگا۔ دنیا کی کوئی طاقت اور قوت اسکو روک نہیں سکتی۔ آجکل کا زمانہ نہایت عجیب ہے۔ پے در پے ایسے خطرناک واقعات پیش آرہے ہیں۔ کہ کوئی معلوم نہیں کرسکتا۔ کہ کل کو کیا ہونے والا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں یقین دلادیا ہے۔ کہ وہ اپنے سلسلہ کی حمایت کریگا۔ اور احافظ کل من فی الدار کا نشان پورا کرکے دکھادیگا۔ یہ جو لکھا ہے کہ مسیح اپنی جماعت کو کوہ طور پر لے جائیگا۔ اس کا مطلب یہی ہے۔ کہ وہ اپنی جماعت کو طہارت اور تقویٰ کی بلند چٹان پر کھڑا کریگا۔ چونکہ طور تجلی گاہ حق ہے۔ اس لئے مسیح ..... اپنی جماعت کو قرب اور ہیبت کے مقام پر لیجائیگا۔ کوہ طور جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے۔ تجلی اور ہیبت حق کی جگہ ہے۔ جہاں انسان کے اندر پاک تبدیلی ہوتی ہے۔ اور وہ گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ پس طاعون کی ایک تقریب پیش آگئی ہے۔ کہ انسان خوف کھاکر اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرے اور خدا کا قرب اسکی ہیبت سے تلاش کرے ..... اللہ تعالیٰ نے ہیبت حق کے لئے طاعون کو ایک ذریعہ اور سامان ٹھہرادیا ہے۔ وہ انسان بڑا ہی بدقسمت ہے۔ جو اس بلا اور طوفان میں بھی اللہ تعالےٰ سے نہیں ڈرتا۔ اور اسکی آنکھوں سے آنسو جاری نہیں ہوتے۔ جو لوگ ہم پر الزام لگایا کرتے ہیں۔ کہ ہم گورنمنٹ کی خوشامد کرتے ہیں۔ وہ اسی ایک امر سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ہم سچے دل سے واقعی طور پر اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت اور وفاداری کا جوش رکھتے ہیں۔ اگر ہم نرے خوشامدی ہوتے۔ تو اسوقت جبکہ گورنمنٹ طاعون کے ٹیکہ کا حکم دے رہی ہے۔ ہم بھی دوسرے دنیاداروں اور زمانہ سازوں کی طرح سے سب سے پہلے ٹیکہ لگواکر گورنمنٹ میں سرخرو ہوجاتے۔ لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا۔ باایںہمہ ہم گورنمنٹ کے سچے وفادار اور مخلص رعایا ہیں۔ خدا تعالیٰ کے احکام کو ہم ہر صورت سے مقدم رکھتے ہیں۔ اور مخلوق کی اطاعت بھی خدا ہی کے حکم کے ماتحت ہے۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں۔ کہ ہماری وفاداری

اور اطاعت دوسرے لوگوں سے بڑھکر ہے۔ کیونکہ یہ ہمارے مذہب کا ایک جزو ہے۔
ساکنان قادیان کے ٹیکہ لگوانے پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ :۔
"یہ ہمارے لئے مفید ہے۔ کیونکہ یہاں فاسق فاجر لوگ بھی بستے ہیں۔ اور ظاہری اسباب سے انہیں کام لینا ضروری تھا۔"
پھر مفتی محمد صادق صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ :۔ "اُن سابقہ نوشتوں میں تو یہ لکھا ہے۔ کہ مسیح موعود کے زمانہ میں طاعون پڑیگی۔ لیکن کیا کہیں ایسے الہامات کا بھی ذکر ہے۔ جیسا کہ ہمیں ہوا۔ اِنی احافظ کل من فی الدار" مفتی صاحب نے عرض کیا۔ کہ دیکھکر عرض کرونگا۔
پھر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ :۔
اللّٰہ اوی القریۃ میں قریہ کا لفظ ہے۔ قادیان کا لفظ نہیں ہے۔ اور قریہ قیرا سے نکلا ہے۔ جسکے معنے جمع ہونے اور اکٹھا بیٹھکر کھانے کے ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو آپسمیں مواکلت رکھتے ہوں۔ اسمیں ہندو اور چوہڑے وغیرہ غیر اقوام داخل نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ تو ہمارے ساتھ ملکر کھاتے ہی نہیں۔ قریہ سے مراد اسمیں وہی حصہ ہوگا۔ جسمیں ہمارا گروہ رہتا ہے۔"
لوگوں کے اس اعتراض پر کہ حضرت اقدسؑ گورنمنٹ کی خوشامد کرتے ہیں۔ آپنے ہنسکر فرمایا کہ :۔
اسکی تو وہی مثال ہے۔ کہ جس کا ذکر مثنوی میں لکھا ہے۔ کہ ایک شخص کی ماں بدکار تھی۔ جسے اسنے مار ڈالا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا۔ کہ اسنے ماں کو کیوں مار ڈالا۔ اسکے یاروں کو مارنا چاہیئے تھا۔ جسپر اسنے جواب دیا۔ کہ ایک کو مارتا۔ دو کو مارتا۔ آخر کتنوں کو مارتا۔ اسلئے سب سے بہتر یہی سمجھا۔ کہ اس اکیلی بدکار کو مار دیا جائے۔ یہی حال ٹیکہ کا ہے۔ میرے نزدیک طاعون کے جتنے عدد ہیں۔ اتنے ہی سال تک اسکا دورہ ہوتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ آخر زمانہ میں لوگ خدا سے لڑینگے۔ تو اب یہ خدا سے ہی لڑائی ہے۔ ہمارا ایک الہام بھی ہے۔ کہ اجاہد جیشی یعنی میں اپنا لشکر تیار کر رہا ہوں۔ ہمیں تو خوشی ہے۔ کہ سمجھدار لوگ خبردار ہو جائینگے۔ خدا کی قدرت ہے۔ کہ وہی وقت آگیا ہے۔

اور وہی موسم ہے جس کا ذکر تھا۔ اور اسپر خدا نے گواہی بھی دیدی۔ اب اگر ہمارے مخالف نہ مانیں۔ تو یہ دراصل خدا کا انکار ہے۔ یہ لوگ ہمارے سامنے احادیث پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ جانتے ہیں۔ کہ مسیح موعود نے حَکَم ہو کر آنا ہے ان کے لئے تو یہ حکم تھا کہ وہ اسکے سامنے بولیں تک نہیں۔ بلکہ جو وہ کہے بلا تامل قبول کرلیں۔ اگر ان میں تقوےٰ ہوتا۔ تو یہ لوگ ہمارے سامنے کبھی نہ بولتے۔ اور اگر اسکے خلاف کوئی حدیث ان کے ہاتھ میں ہوتی۔ تو غایت مرتبہ ظن کی ہوتی۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ ان لوگوں کو خدا اور رسول پر یقین ہی نہیں۔ یہ لوگ کیسے قسی القلب ہیں۔ کہ گورنمنٹ کے قانون کی آزادی سے فائدہ اٹھا کر جسقدر بھی گندی باتیں اور فحش اور تحقیر و توہین یہ ممکن طور پر کر سکتے تھے۔ انہوں نے ہماری کی اور افترا پردازی کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔

میاں احمد الدین صاحب اپیل نویس گوجرانوالہ کے ساتھ قانونی گفتگو فرماتے ہوئے ایک مقام پر فرمایا کہ:۔

قانون بھی موم کی ایک ناک ہوتا ہے۔ اسلئے مقدمات میں کچی بات ہرگز پیش نہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ایسی بات کا تو پیش نہ کرنا ہی بہتر ہوتا ہے۔

طاعون کے بارے میں فرمایا کہ:۔

خدا تعالیٰ نے طاعون کو رجز اَمِنَ السماء فرمایا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا علاج بھی آسمانی تدابیر اور ارادہ کے مطابق ہونا چاہیئے۔ زمینی تجاویز سے کچھ نہیں بن سکتا۔ مجھے اسبات کی تو خوشی ہے۔ کہ لوگ اب سیدھے ہو جائینگے۔ جس طرح سے صوفی لوگ تزکیہ اور توبۃ النصوح کے لئے بہانہ چاہتے ہیں اسی طرح خدا تعالیٰ نے طاعون کو تزکیہ کیلئے ایک بہانہ پیدا کر دیا ہے اب مبارک ہونگے وہ لوگ جو اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر اپنی اصلاح کر لینگے خدا کی قدرت ہے۔ کہ زمینی اور آسمانی ہر قسم کے نشانات پورے ہوتے جارہے ہیں۔ ضرورت زمانہ پکار پکار کر کہہ رہی ہے۔ کہ کسی مصلح کی ضرورت ہے پھر تائیدی نشانات بھی ظاہر ہو رہے ہیں۔ جنکے لکھو کہا انسان گواہ ہیں۔ لیکن پھر بھی انکار ہے۔ صرف چند احادیث کو ہاتھ میں لیکر جو ظن سے بڑھکر نہیں۔

قرآن کا مقابلہ کرتے ہیں۔ عقلی و نقلی دلائل اور شواہدات بھی میرے ساتھ ہیں۔ اگر انہیں تقوے ہوتا۔ تو خدا سے ڈر کر خاموش ہو جاتے اور میری باتیں سنکر حق کو قبول کر لیتے لیکن اسکی بجائے وہ مجھ پر افترا باندھتے۔ اور طرح طرح کے دکھ دیتے ہیں۔ خدا سے تو ذرا نہیں ڈرتے ہاں گورنمنٹ کی لاٹھی سے کچھ ڈرتے ہیں۔"

ظہر کی نماز حضرت مسیح موعودؑ نے باجماعت ادا کی۔ اور آپ میاں عبدالرشید صاحب سودا گر چرم بٹالہ سے وہاں کے طاعون کے حالات دریافت فرماتے رہے عصر کی نماز میں بوجہ دوران سر حضرت مسیح موعودؑ جماعت نماز میں شامل نہ ہو سکے۔

مغرب کی اذان سے ذرا پیشتر حضرت مسیح موعودؑ مسجد میں تشریف لے آئے اور حکیم فضل الدین صاحب سے انکی زمین کے مقدمہ کے حالات دریافت فرمائے بعد ازاں نماز باجماعت ادا فرمائی۔ بعد از نماز مولوی حکیم نورالدین صاحب نے پشاور کے ایک نومسلم کا حال سنایا۔ جو جماعت پشاور کے ہمراہ قادیان آیا تھا۔ اور بیعت بھی کر گیا تھا۔ پشاور کے مسلمانوں نے چندہ کر کے اُسے بطور امداد ایک دکان کھول دی تھی۔ اب اسنے لکھا ہے کہ جب لوگوں کو یہ معلوم ہوا۔ کہ وہ قادیان جا کر بیعت کر آیا ہے۔ تو دکان وغیرہ سب ضبط کر لی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

ابتلا ہے۔ صبر کرنا چاہیئے۔"

بعد ازاں صبح کی سیر میں جو نصائح حفاظت آلہی کے وعدوں کے متعلق فرمائی تھیں۔ ان کا اعادہ مولوی نورالدین صاحب کے سامنے فرمایا۔ اور اپنے اور اہلخانہ کے الہام و خواب کا ذکر فرمایا۔ اور بعد ازاں فرمایا کہ:۔

جو سعید فرقہ عذاب سے نجات پانے والا ہے۔ وہ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ ہے۔ اور جو عذاب میں مبتلا ہونیوالا ہے۔ وہ مَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ ہے۔ مغضوب علیہم اور ضالین میں وہی فرق ہے۔ جو کہ ایک تپ محرقہ کے مریض اور مدقوق میں ہوتا ہے کہ ایک جلدی ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا بتدریج ہلاکت کو پہنچتا ہے۔ لیکن انجام دونوں کا ہلاکت ہوتی ہے۔ کوئی پہلے اور کوئی پیچھے۔"

اسکے بعد مفتی محمد صادق صاحب نے کتب سابقہ کے حوالہ جات حفاظت آلہی کے سنائے یعنی زبور ۹۱ وغیرہ۔

پھر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ :-
شرمپت آریہ آپکے پاس آیا تھا۔ اور مشورہ طلب کیا۔ کہ اسے بخار سا معلوم ہوتا ہے۔ اور اُسکا جسم گرم ہے۔ آیا وہ طاعون کا ٹیکہ کرالے یا نہ آپنے اسے مشورہ دیا ہے۔ کہ نہ کرائے۔ کیونکہ اس سے زیادہ حرارت ہو جائیگی۔ پھر فرمایا کہ:-
ان لوگوں کا دستور ہے۔ کہ مجھ سے ہمیشہ مشورہ دریافت کرتے رہتے ہیں۔ بلکہ لیکھرام کے قتل کے ایام میں ایک دفعہ یہی شخص مجھ سے دوائی کرانے آیا۔ تو مینے اسے کہا۔ کہ اسوقت تو تم ہمیں اپنا دشمن سمجھتے ہو۔ کہ ہم لیکھرام کے قاتل ہیں۔ پھر ہماری دوائی تمکو لینی مناسب نہیں ہے۔ لیکن اس نے کہا۔ کہ ہم کو آپ پر یقین ہے۔ آپ دوائی دیں"
پھر فرمایا کہ :- رات کو میں الحکم کو پڑھ رہا تھا۔ اسمیں میری کسی تقریر میں یہ آیت آئی تھی۔ احسب الناس ان یترکوا ویقولوا اٰمنّا وھم لا یفتنون ط تو مجھے رات کو یہی الہام ہوا۔
بعد ازاں منشی احمد الدین صاحب سکنہ گوجرانوالہ نے مقدمہ کے متعلق کچھ عرض کی جسپر آپنے فرمایا کہ:-
ہماری منشا یہ نہیں کہ اسے ضرور سزا ہو جائے۔ ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں۔ کہ جس طرح سے یوسف ؑ کی سچائی عزیز مصر پر کھل گئی تھی۔ ویسے ہی ہماری سچائی بھی ظاہر ہو جائے۔ یوسف ؑ نے قید خانہ سے باہر قدم نکالا جبتک کہ اپنا باعصمت ہونا ثابت نہ کرادیا۔ (الحکم جلد ۶ ۔ ۲۹ ۔ البدر جلد ۱ ۔ ۱)

۱۹ر اکتوبر ۱۹۰۲ء بروز پنجشنبہ

صبح کی نماز حضرت مسیح موعودؑ نے باجماعت ادا فرمائی اور اندرون خانہ جاکر تھوڑی دیر کے بعد سیر کے لئے باہر تشریف لے آئے۔ اور نواب محمد علیخاں صاحب کے مکان سے ذرا آگے نوابصاحب کی آمد کا انتظار فرمایا۔ اور جب وہ آگئے تو سیر کے لئے چل پڑے۔ راستہ میں دابۃ الارض کے متعلق فرمایا کہ :-
نئی تحقیقات نے دابۃ الارض کی بہت تائید کی ہے۔ اور اسکے معانی کو کھولدیا ہے۔

کہ وہ ایک کیڑا ہی ہے۔ جو بہت باریک ہے۔ جیساکہ حضرت سلیمانؑ کے ذکر میں قرآن کے اندر آیا ہے۔ تاکل منسانتہ (۲۲-۸) باریک کیڑا ہی تھا تبھی تو اندر ہی اندر کھاتا رہا اور پتہ نہ لگا۔ اور تکلمھم سے بھی پتہ لگتا ہے۔ کہ وہ لوگوں کو کاٹیگا اور اس سے مراد طاعون کا کیڑا ہے۔ قرآن شریف میں ایک مقام پر ہے۔ کہ ہم ہر ایک قریہ کو قیامت سے پہلے ہلاک کردینگے۔ یا عذاب کرینگے مغضوب علیھم کا انجام جیسا ہلاکت ہے۔ ویسا ہی والضالین کا انجام ہلاکت ہے۔ لیکن تبدیج کیونکہ ضلالت کے معنے ہیں۔ راستہ سے بھک جانا اور بھٹکتے پھرنا۔ آخر جب آسمان کیطرف کوئی روحانی راستہ انسان کو نہ ملے۔ تو وہ ہلاک ہی جائیگا جیسا کہ ریگستانوں میں راستہ سے بھک کر لوگ آخرکار ہلاک ہوجاتے ہیں۔ لیکھرام مغضوب علیہم میں سے تھا۔ اور آتھم ضالین میں سے اول الذکر جلد ہلاک ہوگیا۔ اور موخر الذکر آہستہ آہستہ سکتا سکتا ہوا مرگیا۔ آریہ لوگ بھی یہود میں داخل ہیں۔ ان کا ہون وغیرہ تمام رسومات یہودیوں سے ملتی ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ برہمن لوگوں کو مصرجی اسلئے کہتے ہیں کہ یہ لوگ اصل میں مصر سے آئے تھے۔"

ایک شخص مخالف بڑا جوشیلا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں جب اسکا تذکرہ ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ:۔

جوش والا آدمی بہت درست ہونے کے لائق ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ منافق نہیں ہوتا۔

پھر حضرت صاحب نے فرمایا کہ:۔

ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ سرسید احمد خانصاحب سے جب ایک دفعہ میری کتابوں کے بارہ میں دریافت کیا گیا۔ تو اسنے کہا۔ کہ انمیں ذرہ خیر نہیں۔"

مولوی نذیرحسین صاحب دہلوی متوفی کے ذکر پر بعض احباب نے عرض کی کہ قوم اور برادری کی محبت نے ہی دراصل اُسے اخفائے حق کے لئے مجبور کیا ہوا تھا۔ اسپر حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ:۔

دراصل حقیقی محبت دین کی ہی محبت ہونی چاہیئے۔ صحابہ کرامؓ کی بھی برادریاں اور رشتہ داریاں تھیں۔ لیکن جب انہیں معلوم ہوگیا۔ کہ یہ لوگ دین کے دشمن ہیں۔ تو انہوں نے ایسے رشتہ داروں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کردیا۔ اگر مولوی نذیرحسین صاحب

میں حقیقی تقوٰے ہوتا۔ تو وہ ایسے ایسے سخت گستاخی کے خط ہمیں نہ لکھتا۔ بلکہ لکھنے اور لکھوانے والوں کو کہدیتا۔ کہ ایسی سختی کرنا تقوٰے اجازت نہیں دیتا۔ اس کا ایسے امور کی اجازت دینا اور انمیں شریک ہونا تقوٰے کے خلاف تھا۔ خصوصاً ہمارے خلاف فتوے تکفیر میں حصّہ لینا۔ وہ قرآن شریف میں فلمّا توفّیتنی اور انّی متوفّیک پڑھتا رہتا تھا۔ پھر حضرت نبی کریم کا حضرت مسیح کو معراج کی رات وفات شدہ انبیا میں دیکھنا پھر حضرت نبی کریمؐ کی وفات پر تمام صحابہؓ کا اجماع۔ بڑے بڑے صوفیا بھی وفات مسیح کے قائل رہے ہیں۔ غرض اسکے اطمینان کے لئے بہت سے دلائل موجود تھے۔ لیکن اسنے کسی سے فائدہ نہ اٹھایا بلکہ قوم اور برادری کے پیچھے لگ کر حق کو چھوڑ دیا۔ اور ہم پر کفر کا فتوے لگا دیا۔ مینے کسی سے سُنا تھا کہ مولوی نذیر حسین صاحب کہتا تھا۔ کہ اسے ایک ایسی بات یاد ہے۔ کہ اگر وہ عالم لوگوں کو تبلا دے۔ تو ہزارہا آدمی مرزا صاحب کے مرید ہوجائیں۔ وہ تو ہزاروں ہماری جماعت میں داخل کرتا۔ لیکن خدا نے یہاں لاکھوں باوجود اسکی مخالفت کے داخل کر دیئے۔ حجرہ نشین لوگ نہ تو آسمانی منطق سے حصّہ پانے والے ہوتے ہیں۔ اور نہ انہیں زمینی امور کی سمجھ ہوتی ہے۔ مولوی اسمٰعیل صاحبؒ شہید جب پنجاب میں آئے تو وہ سنگھڑ بھی گئے۔ اور شیخ سلیمان صاحبؒ سے ملے اور شائد انہیں جہاد کے لئے کہا۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ انہوں نے تو اپنے ہاتھ سے ایک چڑیا بھی کبھی نہیں ماری۔ تلوار کیسے اُٹھاؤنگا۔ جسپر مولوی اسمٰعیل صاحبؒ نے کہا۔ کہ حضرت نبی کریمؐ نے تو ۳۶۳ اونٹ اپنے ہاتھ سے ذبح کئے تھے۔

مولوی نذیر حسین صاحب کے بارے میں پھر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ:۔

"وہ اب ہماری جماعت میں داخل ہوگیا ہوگا۔ کیونکہ مینے کئی دفعہ دیکھا ہے۔ کہ ایک شخص زندگی میں تو قائل نہیں ہوتا۔ لیکن بعد وفات ہماری جماعت میں داخل ہوجاتا ہے"۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ذکر پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

اس عمارت کے دو کونے ہیں۔ ایک مہدی دوسرا مسیح۔ اول الذکر کے بارے

میں وہ کہہ چکا ہے۔ کہ اسکی کوئی حدیث بھی جرح سے خالی نہیں۔ جب ایک کو نہ کر گیا تو دوسرا کس کام کا رہا۔ اسلئے اسنے ہمارا انکار کر دیا۔ مہدی اور مسیح کا مسئلہ ایک مرکب شے ہے۔ جیسا کہ ایک پیالہ ہو۔ تو اس کا اگر ایک ٹکڑا ٹوٹ جائے۔ تو باقی خود ہی ناقص ہو جاتا ہے۔ مولوی مذکور نے ایک پہلو سے ہمارے مفید مطلب ہی کام کیا۔ کہ مہدی کا انکار کر چکا ہے۔ اسلام کے غلبہ اور فتح کی جو راہ خدا تعالیٰ نے ہمیں دکھائی ہے۔ اور جو زبردست ہتھیار ہمارے ہاتھ میں دیا گیا ہے۔ وہ کسی دوسرے کے خواب وخیال میں بھی نہیں آسکتا۔ جب کہ ان کے اکابر مہدی کے آنے سے منکر ہو گئے۔ تو مسیح جسنے اُتر کر مہدی کے ہاتھ پر بیعت کرنی تھی وہ کہاں آسکتا ہے۔"

ظہر کے وقت حضرت مسیح موعودؑ اذان سے پیشتر ہی مسجد میں تشریف لے آئے۔ وجہ یہ تھی۔ کہ اذان میں کچھ دیر ہو گئی تھی۔ لیکن حضرت اقدسؑ اپنے وقت مقررہ پر تشریف لے آئے تھے۔ حکیم فضل الدین صاحب سے انکے مقدمہ کے بارے میں حالات سنتے رہے اور پھر فرمایا کہ:۔

وہ مقدمہ بہت ہی منحوس ہوتا ہے۔ کہ جس کا انجام بخیر نظر نہ آئے۔ اور اچھا مقدمہ وہ ہوتا ہے۔ کہ جسکے فتح و نصرت کے آثار جلد نظر آجائیں۔ بار بار حکام کے پاس جانا اور ان کے ماتھے لگنا اور مقدمہ بازی اچھی نہیں ہوتی۔ میری رائے تو یہ ہے۔ کہ مردار بصد بگزار صلح کر لو۔"

ایک شخص نے عرض کی کہ فریق ثانی نے حضور کی بھی گواہی لکھوائی ہوئی ہے اسلئے آپکو بھی شہادت میں جانے کے لئے تکلیف ہو گی۔ اور یہ اسنے اسلئے کیا ہے۔ کہ ہم تکلیف محسوس کر کے اس سے صلح کر لیں۔ اسپر آپ نے فرمایا کہ:۔

ہمیں کوئی تکلیف نہیں قرآن شریف کا حکم ہے۔ کہ جب گواہی کے لئے بلایا جائے۔ تو جاؤ۔ میں کوئی بے دست و پا تو ہوں نہیں۔ ہمیشہ بٹالہ تک پیدل آیا جایا کرتا تھا۔ یہ تو معمولی بات ہے۔ ہمیں چلنے پھرنے کی خوب عادت ہے۔ لیکن یہ مقدمہ نہایت بے حیثیت اور منحوس سا نظر آتا ہے۔ مومن کو اپنی عزت کا بھی پاس رکھنا چاہئے۔ گندے آدمیوں سے یہ جگہ پُر تھی نہ معلوم خدا تعالیٰ

کو کیوں یہ جگہ پسند آگئی۔

بعد نماز ظہر آپ اندر تشریف لیگئے۔ اور عصر کے وقت باہر تشریف لے آئے۔ نماز سے پیشتر مولوی عبدالکریم صاحب نے منشی عبدالعزیز صاحب سہارنپوری کا خط سنایا۔ جسمیں انہوں نے لکھا تھا۔ کہ لوگوں میں ایک عجیب ولولہ اور شوق قادیان جانے کا پیدا ہو رہا ہے۔

مغرب کی اذان سے پہلے حضرت مسیح موعودؑ باہر تشریف لائے۔ سرد ہوا چلنے کے باعث کابلی دُھسے کی گرم چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ ایک پادری نے عصمت انبیاء کے متعلق چند اعتراضات مولوی محمد علی صاحب ایم اے کے پاس بھیجے ہوئے تھے۔ جنکو مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں پیش کیا۔ دیگر انبیاء کے بارے میں اعتراضات کو سُنکر حضرت اقدس نے فرمایا کہ:۔

کیا وجہ ہے۔ کہ اسنے حضرت مسیح کے گناہوں کا ذکر نہیں کیا۔ کہ وہ ایک انجیر کے درخت کیطرف گیا۔ حالانکہ جانتا تھا۔ کہ پھل کا موسم نہ ہونے کے باعث اسمیں پھل نہیں تھا۔ تاہم اسپر لعنت کی۔ پھر اسے بخوبی معلوم تھا۔ کہ اسنے صلیب پر چڑھکر لوگوں کے گناہوں کا کفارہ ہونا ہے۔ تاہم وہ ساری رات اس پیالہ کے ٹلنے کے لئے دعا مانگتا رہا۔ حضرت نبی کریمؐ تو اپنی پاکیزگی اور طہارت کے ثبوت قُلْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا کی دلیل پیش فرماتے ہیں۔ اسکے برابر کا ایک بھی فقرہ انجیل میں حضرت مسیح کا نہیں ہے۔ اور حضرت نبی کریمؐ کی ساری زندگی کی پاکیزگی کی یہ آیت دلیل ہے۔ استغفار کے اصل معنے تو یہ ہیں۔ کہ یہ خواہش کرنا کہ مجھ سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو سکے یعنی میں معصوم رہوں اور اس سے کم درجہ کے معنے یہ ہیں۔ کہ جو گناہ میں کر چکا ہوں۔ ان کے نتائج بد سے محفوظ رہوں۔ موجودہ اناجیل میں تو لکھا ہے۔ کہ مسیح خود کنچنیوں سے تیل ملواتا رہا اگر وہ استغفار کرتا رہتا۔ تو اس حالت کو نہ پہنچتا۔

اسکے بعد آپنے نماز مغرب باجماعت ادا فرمائی۔ اور بعد نماز فرمایا کہ:۔

مفتی محمد صادق صاحب جو کتاب سنایا کرتے ہیں۔ جسمیں ایک شیعہ عورت کے شیخ یہودی عاشق سلوی کا ذکر ہے۔ کہ وہ عورت اپنے عاشق کو چھوڑ کر

یسوع کے شاگردوں میں جا ملی۔ اسلئے اسکے عاشق نے یہ سارا منصوبہ صلیب کا بنایا۔ گویا ایک عورت کے واقعہ نے یسوع کے صلیب پر مارا جانے تک نوبت پہنچائی۔ جس طرح کی بدگمانیاں ان عیسائی پادریوں نے دیگر انبیاء کے بارے میں پھیلائی ہیں۔ ہمارا بھی حق ہے۔ کہ ہم اناجیل کے واقعات سے یسوع کے بارے میں نتائج اخذ کریں۔ یسوع کے نزدیک زیادہ شادیاں کرنا گناہ ہے۔ لیکن اپنا طرز عمل یہ ہے۔ کہ ایک بازاری عورت عطر ملتی ہے۔ تیل بالوں کو لگاتی ہے۔ بالوں کو کنگھی کرتی ہے۔ اور وہ مزے سے بیٹھے سب کچھ کرائے جاتے ہیں۔ ان سے کوئی پوچھے۔ کہ آیا یہ بھی گناہ ہے یا نہیں عیسائیوں کیلئے بہتر تھا کہ خواہ مخواہ کی بدگمانی نیک لوگوں کے بارے میں نہ پھیلاتے اور پاک لوگوں پر اعتراض نہ کرتے اگر انمیں انصاف کا مادہ ہوتا۔ تو اپنی اناجیل کے واقعات کو زیر نظر رکھکر خاموش رہتے۔ اب ہمیں تو وہی واقعات پیش کرنے پڑتے ہیں۔ جو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنی مقدس کتاب میں لکھ رکھے ہیں۔ کنجریوں سے تیل ملوانا کوئی معمولی بات ہے یسوع کا ان سے کیا تعلق تھا۔ اگر پادری صاحبان کہیں۔ کہ اس کنجنی نے توبہ کرلی ہوگی۔ تو ہم کہتے ہیں۔ کہ کنجنی کی توبہ کا کیا اعتبار۔ دن کو تو توبہ کرتی ہے۔ اور رات کو جاکر مونڈھے پر بیٹھکر بدکاری میں مبتلا ہوجاتی ہے۔ پھر شراب کیطرف دیکھو۔ جو ام الخبائث اور سب گناہوں کی جڑ ہے۔ اسکی بھی تخم ریزی یسوع نے کی۔ جس مذہب میں شراب کی اجازت ہو۔ اسمیں تقوے کہاں آسکتا ہے۔ عشائے ربانی جو عیسوی مذہب کا اصول ہے۔ اسمیں شراب کا ہونا لازمی بات ہے۔ پھر ایسے مذہب کے ماننے والے کب اس سے بازرہ سکتے ہیں۔ پھر یسوع کا پہلا معجزہ ہی شراب بنانا بیان کیا جاتا ہے جبکہ بانی مذہب کا یہ حال ہو۔ تو اسکے پیرو جو چاہیں گے کرینگے۔ اس طرح شراب کے مذہبی رسومات میں استعمال کی اجازت نے کروڑہا عیسائیوں کی روحانی زندگی پر موت وارد کردی ہے۔ پھر جب ایک قوم اسکی عادی ہوجائے۔ تو پھر اس کا چھوٹنا بڑا دشوار ہوجاتا ہے۔ اسکی عادت ایک طرف تو زندگی کو گھن کی طرح کھاتی جاتی ہے۔ اور دوسری طرف نشہ بازوں کو اس سے سہارا بھی

رہتا ہے۔ کیونکہ اگر ان کو یہ نہ ملے۔ تو انکی حالت موت تک پہنچ جاتی ہے۔
ایک دفعہ ایک عورت میرے پاس آئی۔ اور کہنے لگی کہ اسے تین دن سے نشہ نہیں ملا۔ اور اسکی حالت نہایت ردی تھی۔ اور نشہ کیلئے مجھ سے پیسوں کا سوال کرتی تھی میںنے تعجب کیا کہ یہ نہ تو کپڑوں کا سوال کرتی ہے۔ اور نہ غذا کیلئے لیکن نشہ کیلئے بیقرار ہے غالباً اسے نشہ کی عادت ہوگی۔ جواب اسکی زندگی کا جزو لاینفک ہوگیا ہے اسکی حالت دیکھکر اور اسکے بیان میں سچائی پاکر میں نے اُسے کچھ دے دیا۔

پھر حضرت مسیح موعودؑ نے مولوی نورالدین صاحب سے دریافت کیا۔ کہ کتنے عرصہ کے بعد انسان کسی نشہ کا عادی ہوجاتا ہے۔ کہ اسے چھوڑ نہیں سکتا؟ مولوی صاحب نے عرض کی۔ کوئی خاص میعاد تو کسی کتاب میں نظر سے نہیں گذری لیکن چالیس دن میں ایسا ہوسکتا ہے۔ اسپر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

ہر ایک عادت کیلئے چالیس دن کی ہی میعاد معلوم دیتی ہے۔ بات یہ ہے کہ شراب اور اسکے بہن بھائی۔ (بھنگ۔ افیون وغیرہ) ایسی خراب چیزیں ہیں۔ کہ ان کی عادت ڈال لینے سے انسان کی مٹی پلید ہوجاتی ہے۔ پھر وہ مذہب کیسے اچھا ہوسکتا ہے جسمیں اسکے استعمال کی تعلیم ہے۔ شراب چھڑانے کی ایک ہی ترکیب ہوسکتی ہے۔ اور وہ یہ کہ شراب کے عادیوں کو جیلخانوں میں بند کردیا جائے۔ جہاں کے داروغے ایسے دیانتدار ہوں۔ کہ وہ کسی سے سازش کرکے انکو شراب بہم نہ پہنچائیں۔ پھر شاید اسکی عادت چھوٹ جائے۔

مولوی حکیم نورالدین صاحب نے عرض کی۔ کہ نشہ باز قیدیوں کو نشہ ہرگز نہیں دیا جاتا۔ اور اگر کام میں غفلت اور کاہلی کریں۔ تو سخت سزا دی جاتی ہے دیکھا گیا ہے۔ کہ تین تین سال تک وہ نشہ سے دور رہتے ہیں۔ لیکن جونہی وہ جیلخانہ سے باہر نکلتے ہیں۔ یکدم وہ نشہ شروع کردیتے ہیں۔ اور اسکے بغیر ایکدم کیلئے رہنا انہیں موت کے برابر نظر آتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

یسوع کا مرشد یحییٰ شراب خوار نہ تھا جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسوقت بھی یہ منع تھی۔ پھر نہ معلوم یسوع نے کیوں اپنے مرشد کی تقلید نہ کی۔

بعض لوگ اعتراض کر دیتے ہیں۔ کہ آغاز اسلام میں شراب کی حرمت نہ تھی۔ اور تیرہ برس کے بعد کہیں جاکر حرمت ہوئی۔ لیکن یہ اعتراض کم فہمی پر مبنی اور بالکل لغو ہے۔ اسلام تو بتدریج عربوں کی سب بُری عادات اور بُری رسومات کا قلع قمع کر رہا تھا۔ اور اس طرح سے ایک پاک قوم بنتی جا رہی تھی۔ اپنے وقت پر شراب کی حرمت کا بھی حکم آ گیا جبکہ ایک قوم بن گئی۔ ابتداء میں تو صحابہؓ اتنی مشکلات کے اندر گھرے ہوئے تھے۔ کہ انہیں پانی پینا بھی نہ سوجھتا ہوگا شراب کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ جب وہ مشکلات دور ہو گئیں۔ اور ایک قوم بنگئی تو حلال و حرام کے احکام ان کو دیدئے گئے۔

مولوی عبد الکریم صاحب نے عرض کی۔ کہ مولوی سید علی حائری صاحب نے خلافت راشدہ کے مقابلہ پر ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا ہے۔ جسمیں بجز ہمیں سب و شتم کہنے کے اور کوئی دلیل نہیں دی اور اسبات پر بڑا زور دیا ہے۔ کہ شیعہ اور سنّی ایک ہی ہیں اسلئے مرزا صاحب کی تردید میں سبکو ملکر زور لگانا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ :۔

سنیوں کو تو اسنے اتحاد کی دعوت دی ہے۔ لیکن اسے چاہیئے۔ کہ خارجیوں کو بھی اپنے ساتھ ملالے۔ کیونکہ ان کا حق ہے۔ کہ وہ اس اتحاد میں شامل ہوں پھر کبھی ان سے مل کر حضرت عثمانؓ اور علیؓ کو گالیاں دیدیا کریں۔ اور کبھی خود اکیلے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو تبرّے سنایا کریں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اسبات کیلئے مامور کیا ہے۔ کہ مخلوق میں سے جن چیزوں اور لوگوں کی شانیں حد سے زیادہ بڑھائی ہوئی ہیں۔ ان کو کم کر کے اپنی اصلی حالت پر لایا جائے۔ تاکہ ہر قسم کے شرک النسانوں سے دور ہو جائیں۔ اور اصلاح کے حقدار نہ صرف شیعہ اور خارجی ہیں۔ بلکہ سنّی بھی ہیں۔ کہ جنمیں کئی قسم کا شرک پھیلا ہوا ہے جب یہ افراط و تفریط دور ہو گئی۔ تو انکے بناوٹی مذہب بھی ٹوٹ پھوٹ گئے۔

ایک رئیس کو ایک حاکم سے ملنے کی ضرورت پیش آئی۔ تو آپکی خدمت میں ذکر کیا گیا۔ جسپر آپنے فرمایا کہ :۔

ہم ایسی گوشہ گزینی کی تعلیم نہیں دیتے۔ کہ جس کے سبب سے اپنی جائداد

اور جائز حقوق کی حفاظت نہ ہو سکے۔ بلکہ اپنے حقوق کو غاصبوں سے بچانے کے لئے مناسب حفاظت کرنی چاہیئے۔ حکام سے ملاقات کرنے سے ہم منع نہیں کرتے البتہ اس بات سے ضرور منع کرتے ہیں۔ کہ منافقانہ طریق اختیار کیا جائے۔ کیونکہ منافقانہ طریقہ اختیار کرنا شجاعت نہیں ہے۔ اگر عقائد کے متعلق کوئی حاکم سوال کرے۔ تو اپنے عقائد اسے صاف صاف بتا دینے چاہئیں۔ بعض وقت ایسی ملاقاتیں نہ کرنا گناہ ہو جاتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ اگر کسی شخص کے پاس ایک حصہ زمین کا ہو۔ اور اسنے اسے آباد نہ کیا ہو۔ تو قیامت کے دن اس سے سوال کیا جائیگا۔ اسلئے اپنے جملہ حقوق کو پورے طور پر استعمال میں لانا چاہیئے اور حکام سے ملاقات کرنے میں مراتب کلام کو ضرور ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ حضرت موسیٰؑ بھی جب فرعون کیطرف بھیجے گئے۔ تو آپ کو بھی حکم ہوا تھا۔ قولوا لہٗ قولاً لیّناً۔ اگر کوئی حاکم دریافت کرے۔ کہ کس سلسلہ سے تعلق رکھتے ہو۔ تو صاف طور پر بتا دینا چاہیئے۔

اسکے بعد حضرت اقدسؑ نے آج کے الہامات سنائے جو یہ ہیں:۔

یریدون ان یطفئوا نورک۔ یریدون ان یتخطفوا عوضک۔ انی معک وصع اھلک۔ فرمایا کہ:۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اکیلا اور کمزور پاکر ہماری حمایت پر آسمان سے تار بھیجدیتا ہے"۔ اسکے بعد مولوی محمد علی صاحب سیالکوٹی نے اپنی نظم دوبارہ تائید مشن احمدیہ سنائی۔

بعد ازاں عشا کی نماز باجماعت ادا فرما کر حضرت مسیح موعودؑ اندر تشریف لیگئے

(الحکم جلد ۶ ۳۹ و البدر جلد ۱ ۲۰۱)

۲۰ر اکتوبر ۱۹۰۲ء بروز دوشنبہ

صبح کی نماز حضرت مسیح موعودؑ نے باجماعت ادا فرمائی۔ اور پھر گھر میں تشریف لیجاکر سیر کے لئے باہر آئے۔ راستہ میں طاعون کا ذکر آنے پر فرمایا:۔

اس موسم میں عموماً آجکل بغل میں گلٹیاں وغیرہ نکل آیا کرتی ہیں۔ لیکن

جبتک اُن کے ساتھ زہریلا مادہ نہ ہو۔ تبتک وہ طاعونی گلٹیاں نہیں کہلاتیں۔

دہلی کے ایک شخص پر وہاں کے عیسائیوں نے چار سوالات کئے تھے جو اُسنے ..... جواب کے لئے شیخ یعقوب علی صاحب کے پاس بھیجے تھے۔ انہوں نے یہ سوالات حضرت مسیح موعودؑ کی خدمتمیں پڑھکر سنائے۔ جن کے جوابات ساتھ کے ساتھ حضرت اقدسؑ فرماتے گئے۔

سوال اول۔ انجیل میں لکھا ہے۔ کہ اول کلام سے خدا ہوا۔ اور خدا کی روح سے مسیح پیدا ہوا۔ اور پھر قرآن نے بھی مسیح کو کلمہ فرمایا ہے؟

جواب از حضرت مسیح موعودؑ۔ کلمہ تو میرے الہامات میں میرا نام بھی رکھا گیا ہے معترض اسکے معنے بتائے۔ پھر ہم اناجیل والے کلمہ کے معنے بتائینگے۔ اگر کہو۔ کہ ہمارا الہام سچا نہیں۔ تو آؤ اول اسی بات کا ہی فیصلہ کرلیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ یُؤمِن باللّٰہ وکلماتِہٖ۔ ما نفدت کلمات ربی جس سے معلوم ہوا۔ کہ قضاء وقدر کا نام بھی کلمہ ہے۔ روح کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ روح الشیطان اور روح اللہ۔ اول الذکر ولد الزنا پر اور موخر الذکر اصیل پر بولا جاتا ہے۔

سوال دوم۔ قرآن جو اناجیل کا مصدق ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ موجودہ اناجیل صحیح ہیں؟

جواب از حضرت مسیح موعودؑ۔ قرآنی اصطلاح کے مطابق مصدق کے معنے یہ ہیں۔ کہ جو کچھ انمیں صحیح تھا۔ اسکو اپنے اندر لیکر نقل کردی۔ اور جو اپنے اندر نہیں لیا۔ وہ غلط تھا۔ دوسری بات قابل غور یہ ہے۔ کہ موجودہ اناجیل کے بیانات آپسمیں ہی متضاد ہیں۔ اگر ان معنوں کے رو سے مصدق مانیں جیسا کہ عیسائی چاہتے ہیں۔ تو پھر بتاؤ ان اختلافات والی اناجیل میں سے کس کی تصدیق کی ہے۔ قرآن شریف نے یوحنا متی۔ مرقس وغیرہ اناجیل کی کہیں تصدیق نہیں کی۔ ہاں پطرس کی دعا کی تصدیق کی ہے۔ اسی طرح توریت میں سے کس کتاب کی تصدیق کی ہے۔ پہلے توریت تو ایک بناؤ۔ پھر اسکی تصدیق بھی کراؤ۔ قرآن مجید تو تمہاری موجودہ تورات کو محرف بتلاتا ہے۔ اور

اسکی تائید میں خود تمہارے اندر بھی اختلاف ہے کہ توریت بہت سی ہیں۔

سوال سوم۔ قرآن مجید نے حضرت نبی کریمؐ کے بارے میں فرمایا ہے ان کنت فی شک من ھذا ؟

جواب از حضرت مسیح موعودؑ۔ اسبارہ میں قابل غور امر یہ ہے۔ کہ قرآن مجید میں حضرت نبی کریمؐ کو حکم ہوتا ہے۔ کہ ماں باپ کی عزت کرو۔ بتاؤ۔ تو سہی۔ کہ آپ کے والدین کہاں تھے۔ قرآن مجید میں جہاں شک کا لفظ آیا ہے۔ اس کا مخاطب ہر ایک مومن ہے۔ نہ کہ صرف حضرت نبی کریمؐ کی ذات۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک قاعدہ بتا دیا ہے کہ جو بات قرآنی تعلیم کے مطابق ہو۔ اسے قبول کر لو۔ ورنہ اسے رد کر دو قرآن شریف اپنی آپ تفسیر کرتا ہے۔ جو شخص مامور ہو کر آتا ہے۔ اس کے الہامات اسکی ذات سے وابستہ نہیں ہوتے۔ کیونکہ وہ تو شریعت کا شارح ہوتا ہے۔ اگر خدا کے کلام پر انبیاء کو شک ہو سکتا ہے۔ تو سب سے پہلے حضرت مسیح ہی شک کرنے والے بنتے ہیں۔ کیونکہ جبکہ بموجب اعتقاد عیسائی صاحبان وہ دنیا میں قربان اور فدیہ ہونے کیلئے ہی آئے تھے۔ اور یہ خدا باپ کا قطعی فیصلہ تھا۔ تو پھر وہ کیوں کہتے رہے۔ کہ اے خدا یہ پیالہ مجھ سے ٹال دے معلوم ہوا۔ کہ اسے اس میں شک تھا۔

کلمہ والی بات تو ہم خود تھوڑے دنوں تک شائع کرنے والے ہیں۔ یہ تو کلمہ کا لفظ لئے پھرتے ہیں۔ اور یہاں میرا الہام ہے۔ انت منی بمنزلۃ اولادی۔ لیکن جس طرح حضرت مسیح کے وقت شریعت موسوی ایک شارح کی محتاج تھی۔ کیونکہ یہودیوں کے اسوقت ۷۲ فرقے ہو رہے تھے۔ ہر ایک اپنی من گھڑت شرح کرتا تھا۔ اسی طرح اس وقت شریعت محمدی شارح کی محتاج ہے۔ کیونکہ انمیں بھی اسوقت ۷۲ فرقے بن رہے ہیں اسلئے خدا چاہتا ہے کہ ان سبکو ملا کر ایک کر دے۔ گذشتہ رات تین بجے کے قریب مجھے الہام ہوا۔ وامّا نرینک بعض الذی نعدھم للسلسلۃ

السماویۃ او نتوفینک جف القلم بما ھو کائن۔ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الیّ انما الھکم الٰہ واحد والخیر کلہ فی القرآن فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکفرین ۵

قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انسان دو قسموں کے ہوتے ہیں۔

ایک کو تو ناس کہا گیا ہے۔ جنمیں فہم و ادراک کی قوتیں موجود ہوتی ہیں۔ لیکن وہ ان سے کام نہیں لیتے جانتے ہوئے نہیں جانتے۔ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے سنتے ہوئے نہیں سنتے۔ گویا انمیں انسانیت کے قویٰ ہوتے ہیں۔ لیکن وہ ان سے کام نہیں لیتے۔ دوسرے لوگوں کو حجارہ کہا گیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو شدت تعصب وغضب کی وجہ سے بالکل پتھر کی طرح بے حس و حرکت ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی انسانیت کی قوتیں سلب ہو چکی ہوتی ہیں۔ یہ ہر دو قسم دوزخ میں رہونگے۔ پہلی قسم کے لوگ اسلئے جہنم میں جائینگے۔ کہ وہ اپنے قویٰ سے کام نہ لیتے تھے۔ بلکہ قوم اور برادری کے خوف سے حق کو قبول کرنے کی جرأت نہ کرتے تھے۔ ان الہامات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہمارے مخالفین نے ہمارے خلاف کوئی خفیہ منصوبہ اور ارادہ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ جس سے محفوظ رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں بشارت دی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہماری ترقی ہونے والی ہے اور اللہ تعالیٰ مخالفین کو کچھ چشم نمائی فرمانے والا ہے۔ پھر اسنے فرمایا کہ جو کچھ اُس کے ارادہ میں ہے۔ وہ ہو چکا ہے۔ اب ٹل نہیں سکتا۔ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ مُنْفَکِّیْنَ حَتّٰی تَاْتِیَھُمُ الْبَیِّنَۃُ ۙ یہ ہمارا الہام براہین احمدیہ میں درج ہے۔ اور مجھے خدا نے اس لئے بھیجا ہے۔ کہ ان اہل کتاب کو بین نشانات دکھلا کر دم بخود کیا جائے۔ اور وہ عنقریب سمجھ لینگے کہ ان کے لئے کوئی مضر نہیں۔ مسلمانوں نے تو غلط عقائد بنا کر عیسائیوں کو اپنے اوپر اقبالی ڈگری دے دی ہے۔ اسلئے ہم عیسائیوں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں۔ کہ آؤ ہمیں بھی اس معیار پر آزماؤ۔ اور پرکھو۔ کہ جس معیار پر تم نے گذشتہ انبیاء کو سچا مان لیا ہے۔ تاکہ آسمان سے حق اور ناحق کا فیصلہ ہو جائے تم کہتے ہو۔ کہ مسیح کلمۃ اللہ تھا ۔۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ خدا نے ہمیں اس سے بھی زیادہ درجہ دیا۔ اور اگر یہ اعتراض کرو۔ کہ مسلمان ہمیں کافر کہتے ہیں۔ تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ رومن کیتھولک فرقہ کے لوگ تم کو کافر کہتے ہیں۔ اور تم ان کو بیدین اور کافر کہتے ہو۔ اور ڈوئی تم سب عیسائیوں کو کافر لکھتا ہے۔ میں تو اپنی سچائی پر خدا تعالیٰ کی گواہی اور نشانات رکھتا ہوں۔ نہ کسوف خسوف

ہوا تھا۔ نہ میری کوئی جماعت تھی۔ اور نہ اسکی اتنی ترقی تھی۔ اور نہ طاعون تھی خدا تعالیٰ نے ان سب باتوں کی خبر مجھے قبل از وقت دیدی تھی۔ اتفاق سے اس ملک پر افلاس کا سخت صدمہ آیا۔ جس کے سبب سے بہت سے بھوکے اور خبیث طبع لوگ جو دنیا کے طالب تھے۔ لالچ دنیوی میں آکر عیسائی فرقہ میں شامل ہو گئے۔ دانیال اور حزقیل نبی کی کتابوں سے پایا جاتا ہے۔ کہ ہمارے زمانہ میں شیطان کی آخری جنگ ہے۔ خود شیطان نے تو لڑائی کرنی نہیں۔ بلکہ وہ اپنی اسی قسم کی ذریت کے ذریعہ سے حق کے ساتھ لڑائی کر رہا ہے مخالفین اسلام ہمارے مخالف مسلمانوں کے غلط عقائد کی بنا پر ان پر پے در پے حملے کرینگے۔ جس سے وہ مخنث ہو جائینگے۔ اور اسلام کی فتح کا سہرا ہمارے سر پر آ پڑیگا۔ کیونکہ ہم اسلام کے صحیح عقائد کے ذریعہ سے مخالفین اسلام کو ہر جگہ شکست دیتے جائینگے۔ ہمارے مخالف مسلمانوں کا مذہب تو یہ ہے۔ کہ مسیح ہی کلمۃ اللہ۔ روح اللہ۔ خالق اور مس شیطان سے بری اور آسمان سے اتر کر دوبارہ دنیا میں واپس آنے والا ہے۔ کم بخت غلط فہمی کی وجہ سے کہاں کے کہاں چلے گئے۔ ساتھ ہی اسکے منہ سے یہ کہتے ہیں۔ ؎

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حالانکہ ان کے غلط عقائد کی بنا پر تو یہ مصرع حضرت مسیح کے لئے موزون ہے نہ کہ آنحضرتؐ کے لئے۔ اور ان لوگوں کے خیال کے مطابق آنحضرت تو قتل دجال سے دست بردار ہو گئے۔ کیونکہ مسیح نے جو آکر اُسے قتل کرنا ہُوا۔ پہلے بھی سب خوبیاں مسیح میں مانی گئیں اور دوبارہ آنے پر بھی وہی سب سے فائق رہا۔ ابتداء میں کلمہ تھا اور کلمہ خدا کا کلام تھا۔ وغیرہ یہ سب الحاقی باتیں ہیں۔ ان عیسائیوں کے پاس تو ایسی الحاقی باتیں ہیں۔ اور ہمارے پاس اصل موجود ہے۔ جب وہ ہمارے مقابلہ پر ناکام رہتے ہیں۔ تو اخیر اُن کا جواب یہی ہوتا ہے۔ کہ احمدیوں سے بات نہ کرو۔ درخت کی ایک کمزور اور چھوٹی سی شاخ تو ایک چڑیا کو بھی بڑے ناز سے اپنے اوپر بٹھا لیتی ہے لیکن اگر اسکے اوپر مور یا کوئی اور بڑا جانور بیٹھنا چاہے۔ تو وہ ایک سیکنڈ

کیلئے بھی اسے برداشت نہ کرسکیگی۔ زمانہ اور قرائن کے لحاظ سے دیکھ لو کہ جو باتیں تم مسیح پر چسپاں کرتے ہو۔ وہ ہم پر پورے طور پر چسپاں ہوتی ہیں سب سے قیمتی چیز آمد ثانی کی پیشگوئیاں تھیں۔ جو ساری کی ساری ہم نے چھین لیں۔ اور وہ ہم پر صادق آگئیں مسیح کی آمد اول میں تو ساری ذلت اور مار کھانے والی پیشگوئیاں ہیں۔ آمد ثانی کی جلال اور عظمت والی تھیں۔ جنکو ہم نے چھین لیا۔ اب مسیح کے لئے کیا رہ گیا۔

عندہ علم الساعۃ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

سچی بات جو قرآن شریف سے ثابت ہے یہی ہے۔ کہ ساعت سے مراد اسجگہ یہودیوں کی تباہی کا زمانہ ہے۔ اور وہ وہی زمانہ تھا۔ جبکہ یہ قوم تباہ ہوگئی۔ اور جس ساعت کے یہ لوگ منتظر ہیں۔ اس کا تو ابھی کچھ پتہ نہیں چلتا۔ مسیح اول کے وقت میں ایک پہلو سے یہودیوں نے بدبختی حاصل کی اور اب اسکی آمد ثانی کے وقت نصارے بدبختی سے حصہ لے رہے ہیں۔ اور ہمارے مخالف مسلمانوں نے بھی آمد ثانی کے وقت یہودیوں سے مشابہت پیدا کرلی اور اگر خدانخواستہ یہاں انکی سلطنت ہوتی۔ تو ہمارے ساتھ بھی مسیح اول والا معاملہ کرتے۔ جس طرح سے کھانگڑ بھینس ..... کا دودھ نکالنا مشکل ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نشانات بھی سخت تکلیف کی حالت میں ظاہر ہوا کرتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰؑ پر وہ کیسا سخت وقت تھا۔ جبکہ ان کے ساتھیوں نے انہیں کہدیا۔ کہ انا لمدرکون۔ آگے پیچھے سب طرف سے انہیں موت ہی موت نظر آتی تھی۔ سامنے سمندر تھا۔ پیچھے فرعون کا لشکر۔ باوجود ایسی نازک حالت کے حضرت موسیٰؑ نے جو ابدیا کلا ان معی ربی۔ اسی قسم کی ضرورتوں اور ابتلاؤں کے وقت خدا تعالیٰ کے نشانات اپنے نیک بندوں پر نازل ہوا کرتے ہیں۔ جبکہ وہ ایک قسم کی جانکندنی کی حالت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا نام غیب ہے۔ اسلئے وہ نہایت اشد ضرورت کے وقت امور غیبیہ ظاہر فرمایا کرتا ہے۔ دیکھو لیکھرام کے قتل کی طرز۔ وضع۔ وقت اور تاریخ وغیرہ تک کیسی صفائی سے بتادے گئے تھے۔ لیکن بے ایمانوں کے

لئے تھوڑی سی بات ایمان کے لئے باقی رکھ لی تھی یہ بے ایمانی کی ہی بات ہے کہ شبہ کیا۔ کہ شائد ہماری جماعت میں سے ہی کسی نے اسے قتل کر دیا ہو۔ ظہر و عصر کی نمازیں حضرت مسیح موعودؑ نے باجماعت ادا فرمائیں۔ اور کوئی قابل ذکر گفتگو نہ فرمائی۔

نماز مغرب کے بعد قادیان کے چوڑہوں میں جو اموات مُردار کھانے کے باعث ہو گئی تھیں۔ اس کا ذکر حضرت مسیح موعودؑ کے روبرو ہوا۔ پھر طاعون کے ذکر پر آپنے فرمایا کہ:۔

ایک بار مجھے یہ الہام ہوا تھا۔ کہ خدا قادیان میں نازل ہوگا۔ اپنے وعدہ کے موافق۔ اور پھر یہ بھی الہام ہوا۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔

پھر فرمایا کہ:۔ طاعون کے خوفناک نتائج میں سے یہ بھی ہے۔ کہ آخر کار بستیوں کو جنگل بنا دیتی ہے۔ اسپر مولوی حکیم نورالدین صاحب نے عرض کی۔ کہ حضور مینے پڑھا ہے۔ کہ یہ جو باریں نہر کے سبب سے نئی آبادی ہوئی ہے۔ اسمیں پرانی آبادیوں کے نشانات پائے گئے ہیں۔ اور لکھا ہے۔ کہ یہ قطعات پہلے آباد تھے۔ جو طاعون کے سبب سے برباد ہو گئے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

خواہ موذی طبع لوگ ہزاروں کی تعداد میں ہلاک ہو جائیں۔ لیکن میرا دل چاہتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا جلال ظاہر ہو۔ اور دنیا کو خدا کا پتہ لگے اور انپر ثابت ہو۔ کہ کوئی قادر و توانا ہستی موجود ہے۔ جو بدکاروں کی بدکرداری کی سزا دینے پر قادر ہے۔ اس زمانہ میں دہریت اور الحاد بہت زور سے پھیل رہا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کیطرف کسی کو توجہ بھی نہیں۔ اور جو لوگ بظاہر زبان سے خدا کی ہستی کا اقرار بھی کرتے ہیں۔ وہ بھی گھنونے شرکوں میں مبتلا ہیں۔ جیسا کہ عیسائی اور دیگر بت پرست۔ پھر جنہوں نے زبان سے توحید کا بھی اقرار کیا ہوا ہے۔ جیسا کہ مسلمان وہ بھی درحقیقت شرک میں مبتلا ہیں۔ اور مسیح اور اپنے دوسرے پیروں کو خدائی صفات سے متصف گردان رکھا ہے۔ اسکے علاوہ اُن کے اعمال سے خدا تعالیٰ کی حکومت کے نشانات ظاہر نہیں ہوتے۔ نیک اعمال میں

سستی۔ کاہلی اور بداعمالیوں میں بے باکی اور دلیری پائی جاتی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ان کے دلوں پر خدا کا کچھ خوف نہیں رہا اسلئے ایسی بیباکی اور بے حیائی کو دور کرنے کے لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ بیشک ہزاروں ظالم طبع لوگ ہلاک ہوجائیں۔ تاکہ دوسروں کے لئے عبرت کا موجب ہو۔ اور وہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں پر ایمان لانے والے ہوں۔ دیہات کے لوگ تو جنگل کے وحشیوں کی طرح سے ہوتے ہیں۔ لیکن شہروں کے تعلیم یافتہ لوگوں کی حالت بھی سخت ناگفتہ بہ ہو رہی ہے۔ مسلمانوں میں اعلائے کلمۃ اللہ اور اعمال صالح بجالانے اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کرنے کا کچھ بھی جوش نہیں پایا جاتا۔ باپ دادوں سے لا الہ الا اللہ سن لیا۔ اور اسے کافی سمجھ لیا۔ نیک اعمال کی کچھ پرواہ نہیں۔

یہ جو ہمیں الہام ہوچکا ہے۔ انہ اوی القریۃ اگر منتشر کرنے کا قانون منسوخ نہ ہوتا۔ تو اس مفہوم کو اس الہام میں داخل سمجھا جا سکتا۔ مگر اب جبکہ سب جگہ قانون منسوخ ہوگیا ہے۔ تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا منشا یہی ہے۔ جیساکہ دوسرے الہام لولا الاکرام لھلک المقام سے پایا جاتا ہے۔ اسمیں ایک شوکت بھی ہے۔ اور چشم نمائی بھی جیسا کہ ایک مجرم کو جج تین سال کی سزا دے۔ جسکے ساتھ ہی اسے کہدے۔ کہ دراصل وہ چودہ سال کی قید کا سزاوار تھا۔ لیکن عدالت رحم کرکے اسے ۳ سال کی سزا دیتی ہے۔ اسی طرح پر یہ الہام ظاہر کرتا ہے۔ کہ دراصل یہ جگہ بھی ایسی ہی تھی۔ کہ ہلاک کردی جاتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کا اکرام ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ اور اسی اکرام کی وجہ سے اس گاؤں کو ہلاکت سے بچالیا۔ اور اس طرح پر یہ نشان ٹھیرا۔

میری نصیحت جماعت کے لئے یہ ہے۔ کہ یہ دن بڑے سخت اور ہولناک ہیں۔ اسلئے جہانتک ہوسکے اپنے دلوں کو اور اپنی آنکھوں کو بُرے جذبات سے روکے رکھو۔ اور اپنے اعمال اور چالچلن میں پاک تبدیلی پیدا کرو۔ کیونکہ یہ وقت اپنے اندر خاص تبدیلی پیدا کرنے اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعائیں مانگنے کا ہے

پس اسوقت خدا تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا کرو۔ مینے سنا ہے۔ کہ ایک شخص عین شادی کے دن طاعون سے مرگیا۔ دنیا کی بے ثباتی کے لئے یہ کیسی عبرت انگیز مثال ہے۔ اگر ایک دانشمند آدمی غور کرے۔ تو ایک طرح سے یہ دن بڑے عجیب ہیں۔ اور ان پر نظر کرنے سے موت یاد آجاتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین پیدا ہوتا ہے۔ اور یقین ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو صادق الیقین کو اعلےٰ درجہ کی روحانی لذت اور سرور بخشتی ہے۔ جو اور کسی کو میسر نہیں آسکتا۔ خدا شناسی کے مسئلہ پر اسوقت ہزاروں قسم کے حجاب اور گرد و غبار پڑا ہوا ہے۔ اور وہ یقین جو لذت بخش نتائج اپنے ساتھ رکھتا ہے وہ لوگوں میں نہیں رہا۔ اور جو روحانی سرور دنیا کے تعلقات سے پیدا ہونے والے غموں اور رنجوں کو دور کرتا ہے۔ وہ اس وقت نہیں ہے۔ بلکہ زمانہ کی حالت یہانتک پہنچی ہوئی ہے۔ کہ اکسیر ملجائے تو ملجائے۔ لیکن ایسے آدمی اس زمانہ میں ملنے مشکل ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایسا یقین رکھتے ہوں۔ جس نے ان کی ساری قوتوں اور جذبات پر اثر کر رکھا ہو۔ اور انہیں ایسی معرفت نصیب ہو۔ جس سے ان کے گناہ کی زندگی پر موت وارد ہوچکی ہو۔ میں سچ کہتا ہوں۔ کہ ایسے دل والے لوگوں کا ملنا نہایت دشوار ہے۔ جو ایمان اور اسکے لذت بخش نتائج کی معرفت سے پُر ہوں۔ ضرورتیں تو اسوقت بہت سی ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا ہاتھ دکھائے اور اپنی چمکار سے دنیا کو روشن کرے لیکن سب سے بڑی ضرورت ایسی معرفت اور یقین کا پیدا کرنا ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں۔ کہ طاعون اس کو پورا کر رہی ہے۔ طاعون کا ٹیکہ اس بیماری کا اسوقت تک آخری علاج سمجھا گیا ہے۔ لیکن اگر یہ علاج آخر کار مفید ثابت نہ ہوا۔ تو پھر بڑی مشکل ہوگی۔ ابھی تک اسکا پورا تجربہ بھی نہیں ہوا۔ جبتک ایک تعداد کثیر اس کے ذریعہ سے اس بیماری سے بچ نہ جائے تبتک کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ مثلاً لاہور میں ۵۰ یا ۶۰ ہزار آدمی ٹیکہ لگوائیں۔ اور پھر ایک دو جاڑے ان پر امن سے گذر جائیں۔ تو پھر کچھ نتیجہ کا پتہ لگیگا۔ لیکن اگر چھ ماہ کے بعد اسکا اثر زائل ہوجائے۔ اور ہر ششماہی کے بعد یہ نسخہ کلے پڑا رہے۔

تو پھر کچھ بھی نہ ہوا۔ احادیث میں جو لکھا ہے۔ کہ لوگ خدا سے آخری زمانہ میں لڑائی کرینگے۔ تو اسکا مطلب بھی یہی ہے۔ کہ وہ خدا تعالیٰ کی قضا و قدر کے مقابلہ کے لئے ہر قسم کی تیاری کرینگے میرے الہام میں جو اجھد جیشی آیا ہے۔ اس سے مراد طاعون ہی ہے ایسا ہی حضرت مسیحؑ نے اپنی آمد ثانی کا زمانہ نوح کے زمانہ کی طرح قرار دیا ہے۔ اور پھر خدا نے میرا نام بھی نوح رکھا۔ اور واصنع الفلک کا الہام ہوا۔ اور لا تخاطبنی فی الذین ظلموا انہم مغرقون۔ بھی فرمایا۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک عظیم الشان طوفان آنے والا ہے۔ جسمیں میری بنائی ہوئی کشتی ہی لوگوں کے لئے ذریعہ نجات ہوگی۔ اب طاعون وہی طوفان عظیم ہے۔ جو خدا کا زور آور حملہ اور اسکی چمکار ہے۔ یہی وہ سیف الہلاک ہے جس کا براہین احمدیہ میں ذکر ہوا ہے۔ طبیبوں اور ڈاکٹروں کو اقرار کرنا پڑا ہے۔ کہ اسکا کوئی خاص نظام مقرر نہیں ہے۔ کہ گرمی میں کم ہوتی ہے۔ یا سردی میں۔ کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے۔ کہ بعض مقامات پر گرمیوں میں بھی اسکے زور میں فرق نہیں پڑا۔ اور اس کا علاج بجز سچی توبہ۔ استغفار۔ دعا اور اعمال میں پاکیزگی اور طہارت کے کچھ نہیں "

بعد ازاں عشا کی نماز ادا کر کے حضرت مسیح موعودؑ اندر تشریف لے گئے۔

(الحکم جلد ۶ نمبر ۳۷ والبدر جلد ۱ نمبر ۲)

۲۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء آج بوجہ سردی نماز بجائے بالائی مسجد کے نیچے کی مسجد میں ادا ہونی شروع ہوئی۔ اور حضرت مسیح موعودؑ نماز باجماعت ادا فرما کر اندروں خانہ تشریف لے گئے۔ اور پھر سات بجے کے قریب سیر کے لئے باہر تشریف لائے۔ کپورتھلہ سے آئے ہوئے چند احباب کی ملاقات فرمائی۔ اور ان کے علاقہ میں طاعون وغیرہ کا حال دریافت فرمایا۔ اس سے قبل آپ قادیان کے شمالی جانب سیر کے لئے تشریف لیجایا کرتے تھے۔ آج آپ گاؤں کے مشرقی جانب سیر کے لئے تشریف لیگئے اور راستہ میں عصمت انبیاء پر تقریر فرمانے کے دوران میں فرمایا کہ:۔

ان کو یعنی عیسائیوں کو ہمارے ساتھ بحث میں بجز ذلت اور ندامت کچھ

حاصل نہیں ہوتا۔ انہیں چاہیئے۔ کہ دوسروں پر حملے کرنے سے پہلے اپنے گھر کی صفائی کر لیا کریں۔ اگر حضرت موسےٰ کے قبطی کو قتل کر دینے پر اعتراض ہے۔ تو ہم کہتے ہیں۔ کہ وہ توریت کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے۔ لیکن حضرت مسیح کے بارے میں وہ کیا جواب رکھتے ہیں۔ کہ انجیل نازل ہو رہی ہے۔ اور کنجنی سے تیل ملوا رہے ہیں۔ پھر حضرت موسےٰؑ کا فعل ارادتاً نہ تھا۔ اور نہ ان کا قبطی کو قتل کرنے کا ارادہ تھا۔ اسلئے انپر قتل کا الزام غلط ہے۔ مینے خود ایک دفعہ دیکھا کہ ایک شخص نے ایک بیل کو ڈنڈا مارا۔ جسکے سبب سے وہ مر گیا۔ مقدمہ عدالت میں گیا۔ تو عدالت نے اسے بَری کر دیا۔ کیونکہ یہ ایک اتفاقی امر تھا۔ اسنے ارادتاً اسے نہ مارا تھا۔

اشد سے مراد عیسائی لوگ نبوت لیتے ہیں۔ حالانکہ اس سے نبوت مراد نہیں۔ بلکہ اس سے یہ مراد ہے۔ کہ جب وہ ہوش میں آیا۔ اشد بھی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک وحی کی اشد دوسری جسمانی اشد۔ حضرت موسےٰؑ نے مُکّا مارا جو اسے اتفاقیہ ایسا لگ گیا۔ جس سے قبطی کی موت واقع ہو گئی۔

مولوی محمد علی صاحب نے عرض کی کہ حضرت مسیح پر الہام کا سلسلہ بعد بپتسمہ لینے کے شروع ہوا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ :۔

پھر معلوم ہوا۔ کہ مسیح کی برکات کا سرچشمہ حضرت یحییٰ ہی تھے۔ اور حق بات بھی یہی ہے۔ کہ سچی پاکیزگی روح القدس کے بغیر مل بھی نہیں سکتی۔ حضرت یحییٰ بھی حضرت مسیح پر ایمان نہیں لائے۔ کیونکہ وہ کہتے تھے۔ کہ وہ آنے والے سے اول آئے ہیں۔ لیکن اسنے انہیں مسیح نہیں مانا۔ اور اسی لئے جب ان سے دریافت کیا گیا۔ کہ وہ ایلیا ہے؟ تو انہوں نے ایلیا ہونے سے انکار کر دیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ نیک نیتی کے ساتھ ان کے سامنے کچھ ایسے امور پیش آ گئے۔ جنکے باعث حضرت یحییٰ نے خیال کیا ہوگا۔ کہ جب حضرت مسیح نے خود ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ تو وہ مسیح کیسے ہو سکتا ہے۔ ایسی باتیں عیسائیوں کے لئے سخت مشکلات کا باعث ہیں اور اپنی جہالت سے اسلام پر اعتراض کر کے خود

اپنی پردہ دری کراتے ہیں۔

اسکے بعد حضرت مسیح موعودؑ نے مفتی محمد صادق صاحب کو حکم دیا۔ کہ ملک صدق کا حال تلاش کریں جسنے حضرت ابراہیمؑ کو تحائف اور سوغاتیں دی تھیں۔ کیونکہ عیسائی لوگ حضرت مسیح کے علاوہ تین اور شخصوں کو بے گناہ مانتے ہیں۔ اول ملک صدق دوم حضرت مریمؑ سوم حضرت یحییٰؑ عیسائیوں کے عقائد میں تو صرف حضرت مسیح اور حضرت مریمؑ ہی مس شیطان سے پاک ہیں لیکن قرآن شریف نے ان کو دوسرے راستبازوں کے برابر ہی رکھا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ ہر ایک راستباز مس شیطان سے پاک ہے حضرت مسیح پر کچھ تہمتیں لگی تھیں۔ اور یہودی لوگ انکو مس شیطان کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اور طرح طرح کے اور بھی الزامات آپ پر لگاتے تھے۔ اس لئے قرآن کیلئے ان تہمتوں اور الزامات کا ذب ضروری تھا۔ یہودیوں کے ان پر سخت سخت الزامات تھے۔ جو ابتک چلے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں انہیں الزامات کا ازالہ کیا ہے۔ دیگر انبیاء پر اس قسم کی تہمتیں اور الزامات نہ تھے۔ اسلئے ان کے بارے میں خصوصیت سے ایسا ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اس سے آنحضرتؐ کی خاص عظمت ثابت ہوتی ہے۔ کہ جیسا آپ سب سے پیچھے تشریف لائے جملہ انبیاء کو الزامات سے بری ٹھیرایا۔ لوگ کہا کرتے ہیں۔ ؎ فقیراں دی بد دعا خالی جاندی اے۔ عیسائیوں کو جو حق سمجھ نہیں آتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان پر حضرت مسیحؑ کی بد دعا ہی پڑ گئی ہے۔ جو وہ اپنے پیروؤں کو دیا کرتے تھے۔ کہ وہ بے ایمان ہیں۔ قاعدہ کی بات ہے۔ کہ جب ایک امر کے دلائل انتہا تک پہنچ جاتے ہیں۔ تو بے ایمانوں سے اسکا جواب تو کچھ نہیں بن پڑتا۔ آخر خاموشی اختیار کر کے پیچھا چھڑا لیتے ہیں۔

اسکے بعد حضرت مسیح موعودؑ نے اندرونی مخالفین کے بارہ میں فرمایا کہ:۔ ہمارے مخالف طالب حق ہو کر ہمارے پاس نہیں آتے۔ اور محض حجت بازی اور دشنام دہی کا طریق اختیار کر رکھا ہے۔ اور انسانیت کو بالکل

چھوڑ دیا ہے۔ اگر یہ لوگ ہمارے مقابل پر کوئی تحریر نہیں دینا چاہتے۔ تو پھر دس بارہ آدمی جمع ہو کر ہمارے پاس آجائیں۔ اور حق کی طلب کا اظہار کریں اور متانت سے ہمارے ساتھ گفتگو کریں۔ اور چند منصف مزاج آدمی بھی اس مجلس میں شامل کر لئے جائیں۔ پھر ہر ایک امر پر سنجیدگی سے غور کریں تاکہ حقیقت واضح ہو جائے۔ لیکن ہمارا تجربہ ہے۔ کہ ہمارے مخالف ایسی بات کبھی نہیں چاہتے۔ دراصل یہ لوگ اب بالکل ٹھنڈے پڑ گئے ہیں۔ اور اپنی حفاظت میں لگے ہوئے ہیں۔ اور اپنے ہم خیالوں کو کہتے رہتے ہیں۔ کہ احمدیوں سے میل جول نہ کریں بلکہ ان سے علیحدہ رہیں۔

اسکے بعد مولوی غلام قادر صاحب بھیروی کا ذکر ہوتا رہا۔ کہ وہ وہابیوں کے سخت دشمن ہیں۔ بلکہ ایک دفعہ جب میاں نجم الدین صاحب نے آپ کی (حضرت مسیح موعود کی) بیعت کی۔ تو مولوی صاحب نے انکو طعنہ مارا کہ دیکھو۔ تم نے وہی بات آخر مانی جو ہم منوانا چاہتے تھے۔ مولوی صاحب نے حضرت اقدس کی مخالفت میں نہ کبھی قلم چلایا اور نہ زبان کھولی۔ بلکہ وہ اس سلسلہ کو اس لئے پسند کرتے تھے۔ کہ اس نے وہابیوں کی خوب خبر لی ہے۔

پھر مختلف پیشہ وروں کی نماز نمائی پر ذکر چل پڑا۔ آپنے فرمایا کہ:۔ یہ لوگ نماز نمائی کے بغیر رہ نہیں سکتے ضرور نماز کرتے ہیں۔

اتنے میں مکان قریب آگیا۔ اور حضرت صاحبؑ احباب کو السلام علیکم کہکر اندر تشریف لے گئے

ظہر و عصر کی ہر دو نمازیں حضرت مسیح موعودؑ نے باجماعت ادا فرمائیں۔ ظہر کے بعد احباب کپورتھلہ نے واپسی کے لئے آپ سے رخصت حاصل کی۔

مغرب کی اذان ہونے سے پہلے ہی حضرت مسیح موعودؑ مسجد بالائی میں تشریف لے آئے اور کشتی نوح میں جس مکان کے خریدنے کا آپنے اشتہار شائع فرمایا تھا اسکے بارہ میں ذکر فرماتے رہے۔ کہ کثرت مہمانان کے باعث توسیع مکان کی سخت ضرورت ہے۔ جہانتک ہو سکے اس کا جلد فیصلہ کرنا چاہیئے۔

بعد ادائے نماز مغرب آپ شہ نشین پر تشریف فرما ہوئے۔ اور ایک خط

کا جو بٹالہ سے ایک شخص رحمت مسیح نامی نے اخبار عام کے اڈیٹر کو شائع کرنے کے لئے بھیجا تھا ذکر فرمایا۔ اسمیں راقم نے لکھا تھا۔ کہ قادیان میں زور شور سے طاعون پڑی ہوئی ہے۔ اور کثرت سے لوگ مر رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کے اکثر آدمی طاعون سے مر چکے ہیں۔ اور معاذ اللہ آپ بھی طاعون میں مبتلا ہیں۔ یہ خط اڈیٹر اخبار عام نے بخدمت حضرت اقدسؑ کی خدمت میں برائے تصدیق بھیجدیا تھا۔ اسپر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ:۔

ہمارے بعض فتنہ پرواز شریر مخالف ایسی حرکات بعض دفعہ کرتے رہتے ہیں۔ کہ اپنی طرف سے ایک خط لکھکر کسی دوسرے مخالف کا نام لکھدیتے ہیں۔ اسلئے نہ معلوم یہ کس فتنہ پرداز کی تحریر ہے۔ ہم نے اخبار عام کو لکھدیا ہے۔ کہ بالکل غلط بات ہے قادیان میں صرف چند اموات چوڑھوں میں ہوئی ہیں۔ جنکا اصل سبب ابھی تک مشکوک ہے۔ کچھ مُردہ جانور چوڑھوں نے کھائے تھے۔ اور وہی لوگ موت کا شکار ہوئے۔ اسلئے ان اموات کو طاعونی قرار دینا غلط ہے۔

اسکے بعد تین احباب نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی۔ انمیں ایک دوست سید اختر الدین احمد صاحب سکنہ کٹک علاقہ بنگال بھی تھے۔ مولوی عبد الکریم صاحب نے ایک دوست احمد حسین صاحب کٹکی کی طرف سے ایک کرنسی نوٹ اور چند زیورات حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں پیش کئے۔ موخر الذکر انکی اہلیہ مرحومہ کی طرف سے وصیت شدہ تھے کہ انہیں حضرت اقدسؑ کی خدمت میں برائے خدمتِ دین پیش کیا جائے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ان کے اخلاص کی تعریف فرمائی۔ اور دعا فرمائی کہ اللہ تعالےٰ ان کو آخرین منھم میں ملادے۔

حضرت مولوی نور الدین صاحب نے عرض کی۔ کہ بڑے ہی اخلاص اور محبت کا نشان ہے۔ اسپر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

آخرین منھم فرماکر جو اللہ تعالیٰ اس جماعت کو صحابہ رضؓ سے ملانا چاہتا ہے تو صحابہؓ کا سارا اخلاص اور وفاداری اور ارادت بھی اسمیں ہونی چاہیئے۔ صحابہؓ نے اللہ تعالیٰ کے جلال کو پھیلانے کے لئے جو بھی بہتر طریق سمجھا اسی کو

اسلام کی اشاعت کے لئے اختیار کیا۔ اور پھر حق کے پھیلانے کے لئے اپنی جانیں بھی دیدیں۔ وہ خوب جانتے تھے۔ کہ اس راہ میں بیویاں مرینگی۔ بچے ذبح ہونگے۔ اور ہر قسم کی مالی وجانی تکالیف پیش آئینگی۔ عورتیں بیوہ۔ اور بچے یتیم رہ جائینگے۔ لوگ تمسخر و استہزاء کرینگے۔ لیکن انہوں نے حق کی حمایت کی خاطر ان امور کی ذرہ بھر پرواہ نہ کی۔ اور ان سب تکالیف کو اپنے اوپر گوارا کرلیا۔ لیکن اس ایمان سے جو ان کا خدا رسول کی سچائی پر تھا۔ ذرہ سا بھی تزلزل واقع نہ ہوا۔ ایسے مظبوط ایمان کی نظیر دنیا کی تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔ ان کے ایسے ہی اعمال کو دیکھکر اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ منہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر (پ ۲۱ ع ۱۹) یعنی ایک جماعت وہ ہے جو اپنا نحب یعنی ذمہ ادا کر چکی ہے۔ اور دوسری اسے ادا کرنے کی منتظر ہے۔ یہ خداوندی سند کیسی اعلےٰ درجہ کی ہے۔ کہ بعض نے میری راہ میں جان دیدی ہے۔ اور بعض جانیں دینے کو تیار ہیں۔ یہ تو صحابہ رضؓ کی قربانیوں کا ذکر ہے۔ لیکن ایک جان کو عیسائی لئے پھرتے ہیں۔ کہ وہ ان کے لئے کفارہ ہوئی۔ حالانکہ تحقیقات نے ثابت کردیا۔ کہ وہ بھی غلط بات تھی۔ مقابلہ کرکے دیکھ لو۔ کہ صحابہؓ نے خدا کی راہ میں جانیں دیتے وقت کتنی وفاداری اور استقلال دکھایا۔ برخلاف اسکے مسیحؑ جان دیتے وقت ایلی ایلی لما سبقتنی یعنی اے خدا اے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ پکارتا اور کیسی بزدلی کا اظہار کرتا ہے۔

گناہ۔ افراط و تفریط کا نام ہے۔ استغفار کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ اللہ سے دعا کیجائے۔ کہ وہ اعتدال پر رکھے اور افراط تفریط سے بچائے رکھے۔ اور یہی صراط مستقیم ہے۔ ہم عیسائی صاحبان سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ کیا حضرت مسیح جل جلالہ کے محتاج تھے یا نہیں۔ جو شخص خواہ کسے باشد اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا محتاج نہیں سمجھتا۔ وہ بے ایمان ہے۔ عارف اور فنا فی اللہ کے مقام پر وہی شخص ہوسکتا ہے۔ جو ہر لمحہ اور ہر آن اللہ تعالیٰ کی اعانت چاہتا رہے۔ آیت ایاک نستعین میں یہی تعلیم دی گئی ہے۔

پھر مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے عیسائی اخبار اپی فینی کلکتہ

سے ایک مضمون استغفار پر جو کسی مسلمان کے قلم سے لکھا ہوا تھا۔ پڑھکر حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں سنایا۔ اسمیں راقم مضمون نے لکھا تھا۔ کہ استغفار کا حکم آنحضرتؐ کی طرف منسوب نہیں۔ بلکہ یہ امت کی طرف خطاب ہے۔ کہ امت استغفار کرے۔ اسپر عیسائی اڈیٹر نے اعتراض کیا تھا۔ کہ اگر یہ حکم آنحضرتؐ کو اسلئے ہوا۔ کہ آپؐ اپنی امت کو تعلیم دیں۔ تو امت کے روبرو اس کا پڑھ دینا کافی تھا۔ لیکن برخلاف اسکے خود آپ کا دن میں ستر ستر سو سو بار استغفار کرنا۔ . . . . . اور پھر تنہائی میں کرنا کیا معنے رکھتا ہے۔ اسپر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ :-

اس مسلمان نے اپنی نادانی سے عیسائی اڈیٹر کو آنحضرتؐ پر اعتراض کا موقعہ دیا۔ جو اسکی دین سے کم فہمی کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ اسنے استغفار کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی۔ کیونکہ استغفار کے معنے تو ترقی مراتب ہے۔ نہ گناہوں کی معافی مانگنا۔

پھر مولوی محمد علی صاحب نے اسی پرچہ سے ایک اور مسلمان کا مضمون ذنب کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں سنایا۔ جو اسنے رسالہ ریویو آف ریلیجنز سے حضرت مسیح موعودؑ کے ایک مضمون کا اقتباس کرکے لکھا تھا۔ اور ریویو کا حوالہ بھی دیا تھا۔ اسے سنکر آپ بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ علاوہ معقول ہونے کے اسکے ذریعہ سے ریویو آف ریلیجنز کی تیرہ چودہ ہزار خریداران ایسی فینی سے روشناسی ہوگئی۔

بپتسمہ دیتے وقت جو عیسائیوں میں پانی چھڑکا جاتا ہے۔ اور عیسائیوں کے بعض فرقے نئے شامل ہونے والے کو ایک چھوٹے سے حوض میں دھکا دے دیتے ہیں۔ اسکے ذکر پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ کہ گناہ کی معافی کے ساتھ پانی کا تعلق ہر ایک مذہب نے رکھا ہے۔ عیسائی پانی سے بپتسمہ دیتے ہیں۔ اسی طرح بعض دیگر اقوام بھی پانی کے ذریعہ سے گناہوں کی معافی کی قائل ہیں۔ اسلام نے بھی گناہوں کی معافی کے لئے ایک پانی رکھا ہے۔ جو دوسری اقوام و مذاہب سے ہر طرح افضل ہے۔ اور وہ گریہ و بکا کا پانی ہے۔ دوسرے مذاہب

ظاہر پر گئے ہیں۔ لیکن اسلام میں گناہوں سے معافی دلانے والا پانی دل کے چشمہ سے پھوٹتا ہے۔ جو گناہوں کی تاریکیوں کو دور کرتا ہے۔ جسکے ذریعہ سے ہر قسم کے گناہ دھوئے جاتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ:۔ حضرت مسیح نے جو حضرت یحییٰ کے ہاتھ سے بپتسمہ لیا تھا۔ وہ توبہ ہی کا بپتسمہ تھا۔ کیونکہ اس بپتسمہ کے بعد ہی ان پر روح القدس کا نزول ہوا۔ اگر مسیح گناہوں سے پاک تھا۔ تو اسنے حضرت یحییٰ سے جو گناہوں سے توبہ کا بپتسمہ لوگوں سے لیا کرتا تھا۔ کیوں بپتسمہ لیا۔ اور پھر اس بپتسمہ لینے سے پہلے ان پر (حضرت مسیح) پر کیوں روح القدس نازل نہ ہوئی۔ یہ واقعات حضرت مسیح کے گناہوں کا عملی اعتراف ہیں۔ عیسائی صاحبان ذرا معقولیت سے اسکا جواب دیں۔

اسی پرچہ ایپی فینی نے اسلامی شریعت پر حملہ کیا ہوا تھا۔ اور اس کے مقابل انجیل کو جسنے شریعت کو لعنت کہا ہے۔ مبارک بتایا ہوا تھا۔ اسپر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

انجیل کی تعلیم ہر پہلو سے ناقص ہے۔ کیونکہ اسمیں نہ تو حلال و حرام کی تمیز بتائی ہے۔ اور نہ جن عورتوں کے ساتھ نکاح حلال ہے۔ ان کا ذکر کیا ہے۔ ایسی نامکمل تعلیم والے اگر نجاست کو کھالیں۔ تو ان کے نزدیک ہرج نہیں۔ ماں بیٹی کے ساتھ زنا کریں۔ تو انجیل خاموش ہے۔ برائے نام ان کے مونہوں پر گناہ کے الفاظ ہیں۔ ورنہ اصل حقیقت یہ ہے۔ کہ وہ چاہتے ہیں۔ کہ شریعت کو لعنت قرار دیکر ہر قسم کے گناہ کو چالاکی سے ہضم کر جائیں۔ جب ان امور شنیعہ کی کوئی تفصیل ہی کتاب میں نہیں۔ تو پھر جو چاہیں کر سکتے ہیں اگر وہ ان باتوں کے حلال و حرام کیلئے سابقہ کتب کا حوالہ دیں۔ تو یہ غلط ہوگا کیونکہ وہ کتب ان کے نزدیک منسوخ ہیں۔ اور انکی شریعت لعنت تھی۔

آنحضرتؐ کی جنگوں کے بارے میں آپنے فرمایا کہ:۔

آنحضرتؐ نے تو جن اشخاص کو قتل کیا وہ سراسر جائز اور حق تھا۔ لیکن عیسائی صاحبان نے جو لکھوکہا مخلوق خدا کے خون سے ہاتھ رنگے ہیں۔ یہ کونسا جواز کا

پہلو لئے ہوئے ہیں۔ پھر ان جنگوں ہی میں آنحضرتؐ کو اپنے وسیع اخلاق دکھلانے کا موقعہ ملا۔ کیونکہ اصل اخلاق انسانی اس وقت ظاہر ہوتے ہیں۔ جبکہ وہ فاتح اور کامیاب ہو۔ اور تب ہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو صبر اور استقلال اور نرمی ایک شخص مصیبت اور کمزوری کی حالت میں دکھاتا ہے۔ آیا وہ اپنے فاتح اور کامیاب ہونے کی حالت میں بھی باقی رہتا ہے۔ یا نہیں۔ حضرت نبی کریمؐ پر ہر دو زمانے آئے۔ اور جو خُلق عظیم اور صبر آپنے کمزوری کی حالت میں مکہ کی زندگی میں دکھایا۔ اس سے بڑھکر اس وقت دکھایا جبکہ آپ فاتح اور بادشاہ ہوکر مکہ میں داخل ہوئے۔ لیکن حضرت مسیح کو اپنے اخلاق نمائی کا کوئی موقعہ ہی نہ ملا بلا ثبوت تو ہر شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ مجموعہ اخلاق فاضلہ ہے۔ اور پھر ہر شخص اپنے نفس کو مارنیکا مدعی بن سکتا ہے۔ لیکن حقیقی اخلاق کا ظہور آرام اور تکلیف ہر دو موقعوں پر ہوتا ہے۔ حضرت مسیح نے تو حضرت امام حسین رضؓ جتنا بھی حوصلہ نہ دکھایا۔ حضرت امام صاحبؓ کو بچ جانے کی گنجائش تھی۔ اگر چاہتے تو اپنی جان بچا سکتے تھے۔ لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے اور سینہ سپر ہوکر جان دیدی۔ لیکن حضرت مسیحؑ کو تو یہودیوں نے بھاگ جانے کا موقعہ ہی نہ دیا۔ پھر حوصلہ اتنا نکلا۔ کہ ایلی ایلی لما سبقتنی پکار اٹھے۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۴۱ البدر جلد ۱ ۲۰۲) بعد نماز عشاء حضرت اقدسؑ اندر تشریف لے گئے۔

۲۲ر اکتوبر ۱۹۰۲ء۔

صبح کی نماز باجماعت ادا کر لینے کے بعد حضرت مسیح موعودؑ حسب معمول قادیان کے مشرق کی طرف سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ اور فرمایا کہ:۔

اس طرف جنگل قریب ہے۔ اس لئے ادھر جانے سے جلد جنگل کو نکل جاتے ہیں۔

کتاب نزول المسیح کے متعلق مفتی محمد صادق صاحب سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ:۔

پیشگوئیوں کا جس قدر تکرار ہوگا۔ وہ ایک نشان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا علم عمیق در عمیق علم اسی سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جن باتوں کا وجود بھی نہیں ہوتا۔ وہ قبل از وقت ان کی خبر ہمیں دیدیتا ہے۔ اس کا علم غیبوبیت اور طاقت سے بھرا

ہوا ہوتا ہے۔ برخلاف اسکے نجومیوں کے علم میں کوئی طاقت نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ محض ایک ڈھکوسلا سا ہوتا ہے۔ اور انبیاء کی پیشگوئیوں میں بھی طاقت ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کا سرچشمہ بھی خدا تعالیٰ ہی ہوتا ہے۔ اور وہ جو کچھ خبریں اپنے اپنے دشمنوں کی ہلاکت و شکست اور اپنے اقبال و فتح کی قبل از وقت دیتے ہیں۔ وہ بھی بڑی سیبت ناک اور طاقتور ہوتی ہیں۔ جو لوگ انبیاء کی ان باتوں کو نجومیوں سے ملاتے ہیں۔ وہ دھوکا کھاتے ہیں۔ انبیاء کی پیشگوئیوں میں صراحت ہوتی ہے۔ اور ان کا وجود ہی ایسا ہوتا ہے۔ کہ جس سے دشمن خود بخود ہی پامال ہوتے جاتے ہیں۔ عیسائی لوگ جو اعتراضات کی چھیڑ چھاڑ کر رہے ہیں۔ آخر کسی حد تک جا کر ٹھیر جائیگی۔ اور پھر بالآخر حق و باطل میں فیصلہ ہو جائیگا اللہ تعالیٰ چاہے۔ تو ایک دم میں فیصلہ کر دے۔ لیکن وہ انسانوں کو جد و جہد کر لینے کے لئے وقفہ دیتا رہتا ہے۔ اور جب دیکھتا ہے۔ کہ شرارت حد سے بڑھ چلی ہے۔ تو وہ اچانک فیصلہ کر دیتا ہے۔

پھر ڈوئی کا ذکر چل پڑا۔ کہ اسے حضرت صاحبؑ کا رسالہ اس ماہ کے آخر پہنچ جائیگا۔ اسپر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

معلوم نہیں وہ ہمارے رسالہ کا اپنے اخبار میں ذکر کرے یا بالکل خاموشی اختیار کر لے۔ اسکے خاموشی اختیار کر لینے سے اسکے خدا کی کمزوری کا اسے بخوبی پتہ لگ جائیگا۔ اور اسکا ہمارے ساتھ مباہلہ نہ کرنے سے معلوم ہو جائیگا کہ اسے خود اپنے عقیدہ پر تسلی نہیں کھٹکا ہے۔ اور کہ جس جگہ اسنے ہاتھ ڈالا ہے۔ اس کا اسے خود علم نہیں۔ جو شخص توحید پر نہیں ہوتا۔ اس کا اپنا قلب اسے ملزم اور جھوٹا کرتا رہتا ہے۔ عیسائیوں نے ہزارہا بحثیں کیں۔ اور ہمیشہ جلسے کرتے رہتے ہیں۔ لیکن آجتک وہ حضرت مسیح میں ایسی خصوصیت ثابت نہیں کر سکے۔ جو دوسرے انسانوں میں نہ پائی جائے۔ پادری ٹھاکر داس صاحب نے اسبات کو اپنی کتب میں تسلیم کر لیا ہے۔ کہ موجودہ انجیل کتب سابقہ کا خلاصہ ہے۔ کوئی نئی چیز نہیں۔ حضرت مسیح صرف مصلوب ہونے کے لئے آئے تھے۔ اور بس ڈوئی کے نزدیک ایک انسان حقہ۔ شراب پینے اور سؤر

کھا لینے سے تو کافر بن جاتا ہے۔ لیکن انسان کو خدا بنا لینے سے کافر نہیں ہوتا یہ عجیب عقیدہ ہے۔ اور دوسرے شرکوں سے جو مثل چوہوں کے ہیں۔ نفرت سکھاتا ہے۔ لیکن خود اسنے اس شرک کو اختیار کر رکھا ہے۔ جو ہاتھی کی طرح بڑا بھاری ہے۔ چونکہ اسنے ساری کی ساری قوم کو اس شرک عظیم میں مبتلا پایا۔ اسلئے ساری قوم کی مخالفت کی دلیری نہ کر سکا۔

پگٹ کے ذکر پر آپنے فرمایا کہ:۔

عیسائی لوگ بہت ہی گھبرائے ہوئے ہیں۔ اور گھبرا گھبرا کر مسیح کو طلب کر رہے ہیں۔ ڈوئی اور پگٹ کے دعاوی کی اشاعت پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

ان کی شہرت کا باعث یورپین اخبارات ہوتے ہیں جنکے مقابلہ پر ہمارے پنجاب کے اخبارات تو کسی شمار میں بھی نہیں۔ ان ممالک میں ایک دن کے اندر ہی لکھو کہا لوگوں کو اخبارات کے ذریعہ سے ضروری معاملات کی خبر ہو جاتی ہے۔ ڈوئی کی نسبت اگر پگٹ ہمارے مقابلہ پر آگئے۔ تو اس کا بہت اثر ہوگا۔ دجال ایک گروہ کا نام ہے۔ اور مسیح سیاحت کرنے والے کو کہتے ہیں۔ ان لوگوں نے نبوت کا دعوے کیا۔ اور اپنے دعاوی کو قائم کرنے کیلئے خدا کی کتابوں کو توڑ مروڑ کر اپنے منشاء کے مطابق بنا لیا۔ اور پھر فلسفہ کے رنگ میں خدائی کا دعوے کر دیا۔ ان کی مثال ایسی ہے۔ کہ جیسا ایک شاگرد اُستاد سے سبق پڑھ رہا تھا۔ اس سبق میں ایک مثال آئی۔ کہ ضرب زید عمرو۔ شاگرد نے استاد سے دریافت کیا۔ کہ زید نے عمرو کو کیوں مارا۔ اُستاد نے جواب دیا۔ کہ یہ صرف ایک مثال ہے۔ شاگرد نے کہا۔ کہ نہیں۔ یہ تو ایک واقعہ کا بیان ہے۔ آپ اس واقعہ کی اصلیت بتائیں۔ کہ مار پیٹ تک نوبت کیوں پہنچی۔ آخر جب اُستاد نے دیکھا۔ کہ بیوقوف شاگرد پیچھا نہیں چھوڑتا۔ تو اسنے کہا۔ کہ اب مجھے مار پیٹ کا سبب یاد آگیا ہے۔ کہ عمرو نے واؤ کا حرف چُرا لیا۔ اور اپنے نام کے ساتھ لگا لیا۔ تب شاگرد نے کہا۔ کہ اب ٹھیک ہے۔ مارنے کا سبب تو معلوم ہو گیا۔ اسلئے پگٹ کو ضرور چٹھی لکھنی چاہیئے۔ اگر وہ مقابلہ پر آگیا۔ تو اس کا خوب اثر ہوگا۔

اور لوگ بھی توجہ کرینگے۔ جسپر مفتی محمد صادق صاحب نے عرض کی۔ کہ پگٹ کو چٹھی لکھدی گئی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

بہ نسبت امریکہ کے یورپ والوں کو ہم سے زیادہ تعلق ہے۔ اسلئے اگر پگٹ کے ساتھ مقابلہ ہو۔ اور وہ یورپ کے سارے اخبارات میں شائع کیا جائے۔ تو بہت مفید ہوگا۔ اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا نشان ظاہر ہو جائیگا۔ ڈوئی نے تو پگٹ کے مقابلہ پر کم مرتبہ اختیار کیا ہے۔ اور بطور ایک غلام کے اپنے آپ کو پیش کیا ہے۔ اس لئے اگر پگٹ ذرا دلیری سے کام لے تو ڈوئی اسکے قابو میں بآسانی آسکتا ہے۔ کیونکہ پگٹ اسی میعاد کے اندر اندر آگیا ہے۔ جو ڈوئی نے خداوند مسیح کے نزول کی مقرر کی تھی۔ اور وہ کہہ سکتا ہے۔ کہ مسیح پانی کی طرح پگھل کر آسمان سے اُتر آیا ہے۔ اور اس کے اندر آکر رچ گیا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ جب حضرت نبی کریمؐ سے دجال کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ کہ کیا وہ ایسا اعلےٰ طاقتوں والا ہوگا۔ کہ وہ چاند و سورج پر پورا پورا اختیار رکھیگا۔ اور مُردوں کو زندہ کریگا۔ تو حضرت نبی کریمؐ نے فرمایا کہ یہ جھوٹ ہے۔ اسے رتی بھر بھی اختیار نہ ہوگا۔ اور صرف اُس کا مکر و حیلہ ہی ہوگا۔

ڈوئی نے ایک اور عجیب بات کی ہے۔ جس سے معجزات مسیح کی ہتک پیدا ہوگئی ہے۔ عیسائیوں کے ہاتھ میں حضرت مسیح کے سلب امراض کے ہی معجزے تھے۔ لیکن ڈوئی مدعی ہے۔ کہ وہ بھی ایسے معجزے دکھاتا ہے۔ پھر جب اسپر اعتراض ہوتا ہے۔ کہ اگر وہ ایسا ہے۔ تو کیوں اپنی لڑکی کو شفا نہیں دیدیتا۔ تو اس کا جواب وہ یہ دیدیتا ہے۔ کہ مسیح سے بھی فلاں فلاں مریض شفایاب نہ ہو سکا تھا۔ یہ بھی خوب معجزے ہیں۔ کہ جو شخص عیسائیوں کے نزدیک کافر ہے۔ وہ بھی مسیح جیسے معجزے دکھا سکتا ہے۔ لیکن حضرت موسےٰ جیسے معجزے دکھانے سے عاری ہے۔ نہ وہ سوٹے کا سانپ بنا سکتا ہے۔ اور نہ کچھ اور

اسی بات سے مسیح کے معجزات کی قدر و قیمت معلوم ہو سکتی ہے۔
جب ایک کافر بھی سلب امراض کے معجزات دکھا سکتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ کوئی قابل وقعت معجزہ نہیں۔ اور یہودی اور فاسق فاجر لوگ بھی ایسے معجزات دکھا سکتے ہیں۔ ڈوئی سے دریافت کیا جائے۔ کہ مسیح کے معجزات تو وہی ہیں۔ جو تو دکھا رہا ہے۔ اور تو عیسائیوں کے نزدیک کافر ہے۔ پھر بتلاؤ کہ مسیح کے وہ کونسے دوسرے معجزات ہیں۔ جو اسکی خدائی پر شاہد ہیں۔
ہمارے نبی کریمؐ کے زمانہ میں ایرانی لوگ آتش پرست مشرک تھے۔ اور روم کے لوگ عیسائی جنکا بادشاہ قیصر روم موحد عیسائی تھا۔ اور حضرت مسیح کو ابن اللہ نہ مانتا تھا۔ اسکے سامنے جب قرآن کا بیان کردہ ذکر حضرت مسیح کا سنایا گیا۔ تو اسنے فوراً کہدیا۔ کہ اسکے نزدیک حضرت مسیح کا اس سے زیادہ ذرہ بھر درجہ نہیں۔ اور پھر احادیث کی کتاب بخاری میں اسکی گواہی موجود ہے۔ کہ اسنے گواہی دی کہ یہ وہی کلام ہے۔ جو کہ توریت میں ہے۔ اور حضرت مسیح کی حیثیت اور درجہ نبوت سے بڑھکر نہیں ہے۔ اسی زمانہ میں ایرانیوں اور رومیوں میں جنگ ہوگئی جسمیں موخر الذکر مغلوب ہو گئے۔ چونکہ مشرکین عرب ایرانی قوم سے بوجہ ان کے مشرک ہونے کے ہمدردی رکھتے تھے۔ اسلئے اس فتح پر انہوں نے خوشی کا اظہار کیا۔ اور رومیوں کی شکست پر جو موحد اور اہل کتاب تھے مسلمانوں کو رنج پہنچا۔ اسپر اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں پیشگوئی فرمائی۔ کہ الم غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین ۵ للہ الامر من قبل ومن بعد ویومئذ یفرح المومنون بنصر اللہ۔ یعنی روم اب مغلوب ہوگیا ہے۔ لیکن تھوڑے عرصہ میں وہ پھر غالب ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی واقعہ ہوا۔ کہ چند سالوں کے اندر ہی رومیوں نے ایرانیوں کو سخت شکست دی۔ اب اس ظاہری پیشگوئی کے بارے میں بھی عیسائی کہتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ نے ہر دو طاقتوں کا موازنہ کرکے اپنی فراست سے یہ پیشگوئی کردی تھی۔ اگر یہ بات ہے۔ تو پھر ہم بھی حضرت مسیح کے معجزات سلب امراض کے بارے

میں کہہ سکتے ہیں۔ کہ مسیح بھی شفا پانے والے مریضوں کا موازنہ کرکے انہیں تندرست کر دیتا ہوگا۔ اگر ایسی ہی باتوں پر معجزات سے انکار کیا جانا لگے۔ تو پھر سارے کے سارے معجزات ہی ہاتھ سے جاتے رہینگے۔ اس پیشگوئی میں فرمایا گیا۔ یومئذ یفرح المؤمنون یعنی اسدن مومنوں کو دو خوشیاں ہونگی چنانچہ ایک تو مسلمانوں کو جنگ بدر میں کفار عرب پر فتح نصیب ہوئی۔ اور دوسرا روم والوں نے ایرانیوں پر فتح پائی۔ بعض لوگ تنتر جنتر بھی سلب امراض کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ لیکن یہ بڑا خبیث کام ہے۔ اسی لئے اسلام میں اسکی بجائے اللہ تعالیٰ سے دعا اور اسی پر پورا پورا بھروسہ سکھایا گیا ہے۔ ساتھ ہی اسکے علاج معالجہ دوا دارو وغیرہ۔ اور صرف روحانی امراض کے لئے سلب رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا قد افلح من زکّٰی۔ حضرت مسیح تو روحانی امراض کا سلب نہ کر سکے بلکہ اس کی بجائے روحانی مریضوں کو گالیاں ہی دیتے چلے گئے۔ لیکن آنحضرتؐ کے روحانی سلب امراض کا نتیجہ صحابہؓ ہیں۔ جو ہر قسم کے گناہوں کی آلودگی سے بالکل پاک و صاف ہو گئے۔ حضرت مسیح نے جن جسمانی مریضوں کا سلب امراض کیا وہ آخر مر ہی گئے لیکن آنحضرتؐ نے جن روحانی مریضوں کو شفا دی وہ ابدالاباد تک زندہ ہیں۔ حواریان مسیح صحابہؓ کا ہرگز اس معاملہ میں مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ساری انجیل پڑھ جاؤ اسمیں ایک بھی فقرہ ایسا نہ پاؤ گے۔ جیسا کہ صحابہ رضؓ کی شان میں خدا نے قرآن میں فرمایا۔ جو صدق و وفاداری انہوں نے خدا کی راہ میں دکھائی دنیا آجتک ایسا نمونہ پیش کرنے سے عاجز ہے۔ قرآن شریف فرماتا ہے۔ ونزعنا ما فی صدورھم من غل۔ یہ بھی ایک پیشگوئی تھی۔ . . . . . اور کوئی شخص ثابت نہیں کر سکتا۔ کہ حضرت نبی کریمؐ کے زمانہ میں صحابہؓ کے درمیان آپس میں کسی قسم کی شکر رنجی تھی۔ اور بعد کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اگر انمیں باہمی رنجش ہوگی تو ہم اسے دور کر دینگے۔ جو لوگ یہ مانتے ہیں۔ کہ حضرت نبی کریمؐ کے زمانہ میں صحابہؓ کے درمیان باہمی رنجشیں تھیں۔ وہ کلام پاک کو جھٹلاتا ہے۔ اور حضرت نبی کریمؐ پر اعتراض کرتا ہے۔ کیونکہ

آپؐ کے بارے میں قرآن شریف میں ہے۔ کہ ویزکیھم یعنی اُن کا تزکیہ کرتا ہے۔ تو اگر صحابہ رضؓ میں باہمی رنجشیں تھیں تو معلوم ہُوا۔ حضرت نبی کریم ان کا تزکیہ کرنے میں ناکام رہے تھے۔ غرض کوئی شخص کسی صحابی کا نام نہیں لے سکتا۔ جنکی باہمی شکر رنجی تھی۔ اگر زمانہ نبوت کے بعد کوئی ایسا واقعہ ہُوا ہو۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ان نزاعوں کو دور کر دیگا۔ اور اخوانًا علیٰ سرر متقابلین کا نظارہ دکھا دیگا۔ یہاں اخوانًا کا لفظ جو فرمایا۔ تو کیا کوئی شخص بتا سکتا ہے۔ کہ اخوت کے حقوق باہمی شکر رنجی کی حالت میں قائم رہ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ پھر باوجود اسکے جو شخص یہ کہتا ہے۔ کہ صحابہ رضؓ میں باہم شکر رنجیاں تھیں۔ وہ یقیناً خدا کے کلام کی تکذیب کرتا ہے۔ شیعہ صاحبان بخاری کی ایک حدیث لا ترتدی ما احدثوا بعدک سے جو اس امر کا استدلال کرتے ہیں۔ کہ بعد حضرت نبی کریمؐ صحابہؓ میں مفسدہ برپا ہُوا۔ یہ بالکل غلط استدلال ہے۔ انہیں معلوم نہیں۔ کہ یہ حدیث ان لوگوں کے بارہ میں ہے۔ جو حسب مصداق آیت یدخلون فی دین اللہ افواجًا۔ گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ اور جنھیں آنحضرتؐ کی صحبت مبارک میں زیادہ عرصہ رہنے کا اتفاق نہ ہُوا تھا۔ تاہم آخر کار اس آیت ونزعنا ما فی صدورھم من غلٍّ نے ان کو بھی صاف کر دیا۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۴۰)

ظہر و عصر کی نمازیں حضرت مسیح موعودؑ نے مسجد میں باجماعت ادا فرمائیں۔ اور کوئی قابل ذکر تذکرہ مجلس میں نہ ہُوا۔

بعد نماز مغرب حضرت مسیح موعودؑ نے میر ناصر نواب صاحب سے فرمایا کہ:۔ مجوزہ مکان کی تعمیر کے لئے لکڑی کا بہت جلد بندوبست کرنا چاہیئے۔ پھر مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کو تاکید فرمائی کہ احباب کی توجہ چندہ کی طرف مائل کرنی چاہیئے۔ اور تاکید کرنی چاہیئے۔ کیونکہ یہ کام بلا چندہ کے نہیں ہو سکتا۔

مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے ایک خط مسٹر حامد سنو صاحب نومسلم کا پڑھکر حضرتؑ کی خدمت میں سنایا۔ جسمیں اسنے اس امر پر تعجب کا اظہار کیا ہُوا تھا۔ کہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز کی انگریزی مولوی محمد علی صاحب

کی ہوتی ہے۔ نیز اسنے لکھا۔ کہ اسنے ایک کتاب تصنیف کی ہے جسکے بارہ میں وہ اجازت چاہتا ہے۔ کہ اسے حضرت اقدسؑ کے مبارک نام پر طبع کرائے۔ اسپر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

اول وہ کتاب آجائے۔ تو اسے دیکھکر پھر رائے قائم کی جائیگی۔ اسی کے متعلق حضرت اقدسؑ نے تجویز فرمایا کہ اپنے عقائد کی مختصر فہرست چھاپ دی جاوے۔ جسمیں ہمارے عقائد کا ہر پہلو موجود ہو۔ مثلاً معجزات فرشتہ۔ وحی۔ حیات و وفات مسیح وغیرہ۔ تاکہ جب کسی کو اپنے عقائد کے متعلق اطلاع دینی ہو۔ تو جھٹ وہ روانہ کردی جایا کرے۔

میر ناصر نواب صاحب کی تائید پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ مولوی محمد علی صاحب کا ایسی عمدہ انگریزی لکھنا ایک خوارق عادت امر ہے۔ چنانچہ انگریزوں نے بھی خیال کیا ہے۔ کہ گویا ہم نے کوئی بوربین رکھا ہوا ہے۔ جو انگریزی رسالہ لکھتا ہے۔ مولوی محمد علی صاحب نے بیان کیا۔ کہ یہ خدا کا فضل ہی ہے۔ ورنہ اس سلسلہ میں شمولیت سے پہلے میرا ایک حرف تک کبھی شائع نہیں ہوا۔

اسکے بعد مفتی محمد صادق صاحب۔ پادری ہوپر کی کتاب گناہ کی حقیقت حضرت اقدسؑ کی خدمت میں سناتے رہے۔ اس کتاب کے سننے کے غرض یہ تھی۔ کہ تا عصمت انبیاء والے مضمون کی تکمیل کے لئے ایک اور مضمون لکھا جائے۔

ہوپر صاحب نے بدی اور گناہ دو علیحدہ چیزیں ٹھہرائی ہیں۔ بدی کی تعریف اسنے یہ لکھی ہے۔ کہ جس سے غم اور تاریکی پیدا ہو۔ یہ سنکر آپنے فرمایا کہ بعض امور ایسے ہوتے ہیں۔ کہ ان سے غم پیدا ہوتا ہے۔ لیکن وہ غم گناہ نہیں ہوسکتا۔ بلکہ نیکی ہوتا ہے۔ مثلاً اگر ایک ڈاکٹر یا طبیب ایک مریض کو جب دیکھتا ہے۔ تو ہمدردی سے اس کا دل بھر آتا ہے۔ اور اسکے دل پر ایک غم اور درد مستولی ہوجاتا ہے۔ تو کیا ایسی صورت میں پادری صاحب کی تعریف کے مطابق کہا جائیگا۔ کہ ڈاکٹر اور طبیب نے گناہ کیا ہے؟ ہرگز نہیں ہمارے بادشاہ ایڈورڈ ہفتم کی انتڑیوں میں جو زخم تھا۔ کیا اسکے سبب سے تمام رعایا اور اعیان سلطنت اور ڈاکٹروں کو ایک درد اور غم نہ تھا؟

تھا اور ضرور تھا۔ تو پھر کیا ان سب نے گناہ کیا؟ ہرگز نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عیسائی پادری گناہ کی حقیقت سے ہرگز واقف نہیں ہیں۔ ایک دوسرے موقع پر پادری صاحب نے لکھا تھا۔ کہ گناہ شریعت کی خلاف ورزی ہے۔ اسپر آپنے فرمایا۔ کہ پھر ہم عیسائی صاحبان سے یہ سوال کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ کہ حضرت موسےٰ کو اس وقت کہاں شریعت ملی تھی۔ جبکہ انہوں نے قبطی کو مکا مارا تھا۔ اس مکے کو تو حفاظت خود اختیاری کہنا چاہیئے کیونکہ حضرت موسےٰ کا ایک اسرائیلی بھائی اس قبطی کے نیچے دبا ہوا تھا۔ اپنے آدمی کی طبعی جوش میں آپنے حمایت کی اور قبطی کو مکا مار کر علیحدہ کرنا چاہا۔ جو اسے کاری لگا اور وہ اس سے مرگیا۔ قرآن شریف میں بھی حضرت موسیٰ کا قول ان الفاظ میں موجود ہے من عمل الشیطن یعنی قبطی نے اسرائیلی کو عمل شیطان یعنی ارادہ فاسد سے نیچے دبایا ہوا تھا۔ اسلئے اس اسرائیلی کی جان بچانے کے لئے حضرت موسےٰ نے ظالم کو مکا مارا۔ اسلئے یہ جرم نہیں کہلا سکتا۔ جیسا کہ قتل کا قصاص جان لینا ہوتا ہے۔ پھر دوسری جگہ پادری صاحب نے لکھا تھا۔ کہ خود غرضی ہی گناہ ہے۔ اسپر آپنے فرمایا۔ کہ طبعی خواہشوں کا پورا کرنا مثلاً بھوک۔ پیاس کا دور کرنا یہ ایک قسم کی خود غرضی تو ہو سکتی ہے۔ لیکن اسے گناہ نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح پر جائز طریق سے عام طبعی تقاضوں اور فطری خواہشات کا پورا کرنا گناہ نہیں ٹھہر سکتا۔ جبتک کہ وہ ضمیر اور خدا کے احکام کے خلاف نہ ہوں۔ اگر یہ تعریف صحیح ہے۔ تو پھر جو شخص اپنے نفس کے لئے نجات چاہتا ہے (مراد از مسیح) یہ بھی خود غرضی میں داخل ہے۔ یا نہیں؟

مسیح کے دُنیا کے گناہ اٹھا لینے پر فرمایا۔ کہ اسنے تمام جہان کے گناہ اٹھا کر بھی پھر گناہ کیا یعنی جبکہ اسے معلوم تھا۔ کہ دعا قبول نہ ہوگی تاہم دعائیں کرتا رہا۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ عیسائی صاحبان جو کہتے ہیں۔ کہ نجات فضل سے ہے اس فضل سے مسیح نے کیا فائدہ اٹھایا۔ ایسا ہی اس فضل سے شیطان اور یہودا اسکریوطی کو کیا فائدہ ہوا۔

تھوڑی سی کتاب سن کر حضرت اقدس نے نماز عشا با جماعت ادا فرمائی

اور اندر تشریف لے گئے۔ (بدر جلد ۱ نمبر ۲)

۲۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء

صبح کی سیر کے وقت سلسلہ کلام کے درمیان حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

مسلمانوں کے درمیان قرآن شریف کی عظمت بالکل نہیں رہی۔ شیعہ ہیں۔ وہ آئمہ کے اقوال کو سب پر مقدم کرتے ہیں۔ اور اہل حدیث ہیں۔ وہ احادیث کے ظنی سلسلہ کو قرآن مجید پر قاضی بناتے ہیں۔

اسی سلسلہ کلام کے درمیان مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی اور محمد حسین صاحب بٹالوی کی بحث کا ذکر آگیا۔ جس پر آپنے فرمایا کہ:۔

چکڑالوی نے تفریط کی ہے۔ اور احادیث کو بالکل لاشے سمجھا ہے۔ اسکے خلاف مولوی محمد حسین افراط کیطرف چلا گیا ہے۔ جو احادیث کے بغیر قرآن کو لاشے سمجھتا ہے۔ اسکے بعد آپنے اس مضمون پر نہایت واضح اور بین طور پر تقریر فرمائی جس کا خلاصہ یہ تھا۔ کہ ہمارے نزدیک تین چیزیں قابل عمل ہیں۔ اول کتاب اللہ دوم سنۃ یعنی حضرت نبی کریم کا عمل اور سوم حدیث۔ ہمارے مخالفین نے اس بارہ میں بڑا دھوکا کھایا ہے جنہوں نے سنت اور حدیث کو باہم ملا دیا ہے۔ لیکن ہمارا مذہب حدیث کے متعلق یہی ہے۔ کہ جبتک کوئی حدیث قران شریف اور سنت رسولؐ کے صریح مخالف اور معارض نہ ہو اسے ہرگز چھوڑنا نہ چاہیئے۔ خواہ وہ محدثین کے نزدیک ضعیف سے ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔ جبکہ ہم لوگ اپنی مادری زبان میں دعائیں مانگ لیا کرتے ہیں۔ تو کیوں نہ احادیث میں بیان شدہ دعاؤں کو مانگا جائے۔ خصوصاً ایسی صورت میں کہ وہ قران شریف کے مخالف بھی نہ ہوں۔ قران شریف پر حدیث کو قاضی بنانا سخت غلطی ہے۔ اور یہ قران شریف کی سخت بے ادبی ہے۔ حضرت عمرؓ کے روبرو ایک بڑھیا نے حدیث پیش کی۔ تو آپنے اسپر یہی فرمایا تھا۔ کہ وہ ایک بڑھیا کے کہنے پر قرآن شریف کو چھوڑ نہیں سکتے۔ ایسا ہی حضرت عائشہؓ کے سامنے کسی نے کہا۔ کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ ماتم کرنے سے مُردہ کو تکلیف ہوتی ہے۔ تو آپنے بھی فرمایا کہ قران شریف میں آیا ہے۔ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ پس قران شریف

پر احادیث کو قاضی بنانے میں اہل حدیث نے سخت غلطی کھائی ہے۔ اگر اپنی کوتاہ بینی کی وجہ سے کوئی امر قرآن شریف میں نہ ملے۔ تو اسے سنت رسولؐ میں تلاش کرنا چاہیئے۔ ہمیں تعجب آتا ہے۔ کہ جن امور میں ان لوگوں نے قرآن شریف کی مخالفت کی ہے۔ خود ان میں ہی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس زمانہ کے مسلمانوں کی افراط تفریط نے ہی ہمیں سیدھی اور اصل راہ دکھادی ہے۔ جس طرح سے یہود اور نصاریٰ کی افراط و تفریط دنیا میں اسلام آنے کا موجب ہوئی۔ جو کچھ حضرت نبی کریم نے اپنے عمل کے ذریعہ سے تواتر دکھا دیا ہے۔ وہ بالکل حق ہے۔ اسکے مقابلہ میں حدیث ایک تاریخ ہے۔ اسے بھی عزت دینی چاہیئے۔ لیکن اس کا درجہ حضرت رسول کریمؐ کی سنت کے بعد ہی رہیگا۔ کیونکہ حدیث سنت کا آئینہ ہے۔ سنت ایک یقین ہے۔ اور حدیث ایک ظن۔ یقین پر ظن کبھی قاضی نہیں ہوا کرتا۔ کیونکہ ظن میں احتمال کذب کا ہوتا ہے۔ اس بارہ میں حضرت امام اعظمؒ کا مسلک قابل قدر ہے۔ جنھوں نے قرآن کو سب باتوں پر مقدم گردانا ہے۔

صحیح احادیث میں مسیح موعود کے لئے نزول من السماء نہیں لکھا۔ بلکہ صرف نزول کا لفظ پایا جاتا ہے۔ جو اظلالی معنی رکھتا ہے۔ نہ کہ حقیقی۔ نزیل لغت عرب میں مسافر کو کہتے ہیں کیا مسافر آسمان سے اترتا ہے۔ خواہ کوئی سا امر ہو۔ قرآن شریف ہر حال میں اور ہر میدان میں فتحیاب ہوتا ہے۔ اسمیں حضرت نبی کریمؐ کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا اور اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ فرما کر مسیح موعود کو آپ کا بروز بتا دیا ہے۔ بعض لوگ کہدیتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ معراج کی رات کو اسی جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر گئے تھے۔ لیکن وہ اتنا غور نہیں کرتے کہ قرآن شریف اس امر کو ردّ کرتا ہے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ بھی اسے رویا فرماتی ہیں۔ معراج فی الحقیقت ایک بڑا عظیم الشان اور صاف کشف تھا۔ جو اتم اور اکمل تھا۔ کشف کی حالت میں اس جسم کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ کشف میں جو جسم دیا جاتا ہے۔ اسمیں کسی قسم کا حجاب نہیں ہوتا۔ بلکہ اسکے ساتھ بڑی بڑی طاقتیں ہوتی ہیں۔ اور حضرت نبی کریمؐ کو اسی جسم کے ساتھ جو بڑی بڑی طاقتوں والا تھا معراج ہوا تھا۔

اسکے بعد حضرت مسیح موعودؑ نے چند آیاتِ قرانی سے استدلال فرما کر ثابت کیا۔ کہ انسان کا جسم عنصری آسمان پر ہرگز نہیں جا سکتا۔ اس کے بعد آپنے ولادت مسیح کے ذکر پر فرمایا کہ:۔

خدا کی سنت دو طرح پر ہوتی ہے۔ ایک کرتی جیسے عموماً عورت سے دودھ نکلتا ہے۔ لیکن بعض اوقات نر سے بھی دودھ نکل آیا کرتا ہے۔ ایسے واقعات دنیا میں ہوتے رہتے ہیں۔ جو قلیل الوقوع اور خارق عادت کہلاتے ہیں۔ (ظہر و عصر کی نمازیں حضرت اقدسؑ نے باجماعت ادا فرمادیں۔ اور کوئی قابل ذکر بات نہ ہوئی) شام کی نماز کے بعد عصمت انبیاء کے مضمون پر آپنے تقریر فرمائی۔ جسپر آپ آجکل مفصل مضمون تحریر فرما رہے ہیں۔

۲۴ر اکتوبر ۱۹۰۲ء بباعث جمعۃ المبارک حضرت مسیح موعود سیر کے لئے تشریف نہ لے گئے۔ نماز جمعہ کے بعد احباب میں مختلف امور پر گفتگو ہوتی رہی۔ عصر کی نماز بھی آپنے باجماعت پڑہی اور کوئی قابل ذکر گفتگو نہ ہوئی۔

بعد نماز شام میاں محمد یوسف صاحب اپیل نویس مردان نے اپنے گاؤں مُدّ ضلع گورداسپور میں بعض مخالفین سلسلہ کی شرارت کے دفعیہ کے لئے بعض علماء سلسلہ کو وہاں لیجانے کیلئے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ جسپر آپنے مولوی عبداللہ صاحب کشمیری اور مولوی سرور شاہ صاحب کو وہاں جانے کا حکم دیا۔ اسکے بعد مفتی محمد صادق صاحب نے رسالہ بیگناہی مسیح سنایا۔ جسپر آپنے فرمایا کہ:۔

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کے اسماء مفعول کے صیغہ میں بیان نہیں فرمائے گئے۔ مثلاً خدائے قدوس تو ہے۔ لیکن معصوم اسے نہیں بیان کیا گیا۔ کیونکہ پھر پاک کرنے والا اور گناہوں سے بچانے والا کوئی اور فاعل ہونا چاہیئے۔

اسپر مولوی نورالدین صاحب نے عرض کی۔ کہ حضرت مجھے بھی جب کبھی جویوں سے گفتگو کرنے کا موقع ملا ہے۔ میں نے بھی انہیں یہی کہا ہے۔ کہ خدا کا نام موجود نہیں آیا۔ کیونکہ موجود بمعنی مدرک ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی شان ہے۔ لا تدرکہ

الابصار اور پھر یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی نسبت صحابہؓ میں بھی نہیں بولا گیا۔
حضرت مسیح کے ذکر پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔
جس طرح سے حضرت مسیح پر ان کے مخالفوں نے کفر کا فتوے لگا کر صلیب پر چڑھا دیا۔ اس قسم کا واقعہ کسی اور نبی کے ساتھ پیش نہیں آیا۔ گناہ کا کمال کفر پر جا کر ہوتا ہے۔ اور بقول اناجیل حضرت مسیح پر بھی یہود نے کفر کا فتوے ہی لگایا تھا۔ اسکے خلاف آنحضرتؐ کے مخالفین آپ کو الامین اور المامون کہتے تھے۔ اسی سے ہر دو کے مراتب کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ایک کو اس کے مخالف کافر کہتے ہیں۔ اور دوسرے کو الامین۔

۲۵ر اکتوبر ۱۹۰۲ء صبح کی سیر میں میاں معراج الدین صاحب لاہوری اپنے اور انجمن معین المسلمین لاہور کے تعلقات اور حالات مقدمہ حضرت صاحب کی خدمت میں سناتے رہے۔
نماز ظہر و عصر آپنے باجماعت ادا فرمائیں۔ اور بعد نماز شام مولوی محمد علی صاحب سیالکوٹی نے اپنی پنجابی نظم آپ کی خدمت میں سنائی۔ جس کے بعد مختلف امور پر مختصر گفتگو ہوتی رہی۔ اور وفات مسیح پر آپنے بعض آیات قرانی کی تفسیر بیان فرمائی۔ اور بعد نماز عشاء آپ اندر تشریف لے گئے۔

۲۶ر اکتوبر ۱۹۰۲ء صبح کی سیر کے وقت مولوی جمال الدین صاحب سکنہ سید والہ نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ قرآن شریف میں جو حضرت ذکریاؑ کے بارہ میں فرمایا ہے۔ الا تکلم الناس ثلثۃ ایام الا رمزا۔ آیا اس سے یہ مراد ہے۔ کہ وہ تین دن کلام نہ کرینگے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔
اس سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ لا تستطیع نہیں فرمایا۔ پھر مولوی صاحب موصوف نے عرض کی۔ کہ حضرت سلیمانؑ کے بارہ میں فرمایا کہ لوہا نرم کر دیا۔ اس سے کیا مراد ہے؟ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔
تدابیر مشہودہ سے الگ ہو کر جو فعل ہوتا ہے۔ اسمیں اعجازی رنگ ہوتا ہے۔ جن باتوں میں معجزات صادر ہوتے ہیں۔ ان میں سے بہت افعال ایسے

ہوتے ہیں۔ کہ جنمیں دوسرے لوگ بھی شریک ہوتے ہیں۔ لیکن ایک نبی ان تدابیر اور اسباب سے الگ ہو کر وہی فعل کرتا ہے۔ اسلئے معجزہ ہوتا ہے۔ اور یہی بات یہاں سلیمان کے قصہ میں ہے۔ کیا آنحضرتؐ سے پہلے لوگ قصائد وغیرہ نہ کہا کرتے تھے؟ ضرور کہتے تھے۔ لیکن آنحضرتؐ نے جو کلام فصیح وبلیغ پیش کیا۔ تو وہ انسانی جوڑ کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ وہ وحی الہی سے تھا۔ اسی لئے معجزہ تھا۔ کیونکہ ان کے درمیان اسباب عادیہ نہ تھے۔ آپنے کوئی تعلیم نہ پائی تھی۔ اس لئے بغیر کسی کوشش انسانی کے آپنے یہ کلام پیش کیا۔ اسی طرح پر لوہا نرم کرنے کا معجزہ تھا۔ کہ جسمیں اسباب عادیہ نہ تھے۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ اسکے کچھ اور معنی ہوں۔ مشکلات اور صعب سے بھی لوہا مراد ہوتا ہے۔ گویا حضرت سلیمان پر ہر قسم کی مشکلات آسان ہوگئیں۔ لیکن بہرحال اصل اعجاز کا ہم کسی صورت سے بھی انکار نہیں کرتے۔ کیونکہ اگر اللہ تعالی کی ان قدرتوں پر انسان کا ایمان نہ ہو۔ تو خدا کو کیا مانا۔ ہم اس امر کو خارق عادت نہیں مان سکتے۔ جو قرآن شریف کے بیان کردہ قانون قدرت کے خلاف ہو۔ مثلاً ہم احیاء موتے حقیقی کا انکار محض اس بنا پر کرتے ہیں۔ کہ قرآن شریف نے اس امر کا فیصلہ کر دیا ہے۔ فیمسك التی قضی علیہا الموت۔ اسی طرح ہم اس امر کو بھی نہیں مان سکتے۔ کہ خدا اپنے جیسا کوئی اور خدا بھی بنا لیتا ہے۔ کیونکہ یہ امر اسکی توحید کے خلاف ہے۔ یا یہ کہنا۔ کہ وہ خودکشی کیوں نہیں کر سکتا؟ وجہ یہ کہ ایسا کرنا اسکی صفات حی وقیوم کے خلاف ہے۔ ایسا ہی اگر کوئی شخص یہ دعوے کرے۔ کہ موجودہ دنیا ہمیشہ رہیگی۔ اور اسی جگہ بہشت اور دوزخ ہوگا۔ تو ہم اسے نہیں مان سکتے۔ کیونکہ یہ اسکی صفت ملك یوم الدین کے خلاف ہے۔ اور یہاں بہشت دوزخ کا ہونا۔ فریق فی الجنۃ و فریق فی السعیر۔ کے خلاف جاٹھرتا ہے۔ ایسا ہی ہم اسبات کو ہرگز نہیں مان سکتے۔ کہ کوئی انسان اس جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر بھی چڑھ سکتا ہے۔ کیونکہ جب کفار نے حضرت نبی کریمؐ سے کہا۔ کہ آپ آسمان پر چڑھکر دکھادیں۔ تو آپنے فرمایا۔ سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا ہ

اسی طرح اگر حقیقی مُردے اس دنیا میں واپس آسکتے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے بارہ میں بھی کوئی خاص قانون وراثت قرآن شریف میں بیان کر دیتا۔ اور فقہ میں بھی کوئی باب اس کے متعلق پایا جاتا ہے۔ غرض جو امور قرآن شریف کے بیان کردہ قوانین قدرت کے خلاف ہیں۔ ہم انکو ہرگز تسلیم نہیں کر سکتے۔

پھر حضرت مسیح موعودؑ سے دریافت کیا گیا۔ کہ قرآن کریم کا نزول موجودہ الفاظ میں ہی ہوا تھا یا نہیں؟ اسپر آپنے فرمایا کہ:۔

بالکل یہی الفاظ تھے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے تھے۔ اختلافِ قرأت امر دیگر ہے۔ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِیٍّ وَّلَا رَسُوْلٍ میں لَا مُحَدَّثٍ قرأۃ شاذہ ہے۔ جو صحیح حدیث کا حکم رکھتی ہے۔ جس طرح پر نبی اور رسول کی وحی دخل شیطان سے محفوظ ہوتی ہے۔ اسی طرح محدث کی وحی بھی محفوظ ہوتی ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے پایا جاتا ہے۔

پھر آپ سے سوال کیا گیا۔ کہ حضرت جبرئیل کا نزول قلب پر ہوتا تھا۔ یا آنحضرتؐ کو آواز آتی تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

اسمیں بحث کی کچھ ضرورت نہیں۔ جبرئیل کا تعلق قلب سے ہی ہوتا ہے۔ اور قرآن شریف میں یہ لفظ آیا بھی ہے۔ لیکن وہ عالم ہی الگ ہوتا ہے۔ قرآن شریف جو تمام کتب سماوی اور علوم کا خاتمہ کرتا ہے۔ وہ بڑی قوی وحی ہے۔ جس کا شدت کے ساتھ نزول ہوا تھا۔

ایک شخص نے آپکے روبرو اپنی رویا سنائی جسمیں آیت فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا تھی۔ اسپر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

اسکے معنے یہی ہیں۔ کہ اسلام فطرتی مذہب ہے۔ یعنی انسان کی بناوٹ جس مذہب کو چاہتی ہے۔ وہ صرف اسلام ہی ہے۔ اسکے یہ معنی ہیں۔ کہ اسلام میں کوئی بناوٹ نہیں ہے۔ اور اسکے تمام اصول فطرۃ انسانی کے موافق ہیں۔ تثلیث اور کفارہ کیطرح سے نہیں ہیں۔ کہ جو انسان کی سمجھ میں ہی نہیں آسکتے عیسائی علماء نے اس امر کو تسلیم کر لیا ہے۔ کہ دنیا کے جس مقام پر تثلیث نہیں پہنچتی وہاں کے لوگوں سے قیامت کے دن توحید کا ہی مطالبہ ہوگا۔ کیونکہ وہ باطنی شریعت کے

مطابق ہے۔ یہی حال اسلام کی دیگر تعلیمات کا ہے جو سب کی سب باطنی شریعت کے مطابق ہیں۔ برخلاف عیسائیت کی تعلیم کے جو انسانی فطرت کے بالکل مخالف ہے۔ مثلاً دیکھ لو۔ کہ امریکہ میں انجیل کی تعلیم کے خلاف عیسائیوں کو قانون طلاق پاس کرنا پڑا۔ یہ وقت ان لوگوں کو کیوں پیش آئی؟ وجہ یہ کہ انجیل کی تعلیم فطرت انسانی کے مطابق نہ تھی۔

حضرت صاحبؑ سے سوال کیا گیا۔ کہ حضرت مسیح کا صلیب پر چڑھایا جانا قرآن شریف کی کس آیت سے ثابت ہوتا ہے؟ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ سے۔ پھر یہ واقعہ عیسائیوں اور یہودیوں کے متواترات سے ہے۔ قرآن شریف اس کا کیوں انکار کرنے لگا تھا۔ قرآن شریف یا احادیث صحیحہ میں کہیں ذکر تک نہیں۔ کہ مسیح چھت پھاڑ کر آسمان پر چلا گیا تھا۔ یہ امر محض خیالی ہے۔ کیونکہ اگر مسیح صلیب پر چڑھایا نہیں گیا۔ اور وہ کوئی اور شخص تھا۔ تو یہ دو صورتوں سے خالی نہیں۔ یا وہ شخص دوست ہوگا۔ یا دشمن۔ صورت اول میں مسیح نے اپنے ہاتھ سے اپنے ایک دوست کو ملعون بنایا۔ اور جس لعنت سے وہ خود بچنا چاہتا تھا۔ اس کا نشانہ اپنے ایک دوست کو بنایا جسے ایک شریف اور نیک انسان کبھی پسند نہیں کر سکتا۔ صورت دوم میں اگر وہ حواری نہ تھا۔ بلکہ حضرت مسیح کا دشمن تھا۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ جب اسے پکڑ کر صلیب پر لٹکانے لگے تھے۔ تو وہ دہائی دیتا۔ اور چیخ پکار کرتا۔ کہ وہ فلاں شخص ہے۔ اسے خواہ مخواہ بیگناہ کیوں صلیب دیا جاتا ہے۔ اور وہ اپنے رشتہ داروں۔ بیوی بچوں کو بلواتا۔ اور اپنے خاص راز بتا کر اور اپنی نشانیاں سمجھا کر رہائی حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ لیکن ان میں سے کوئی بات بھی پیش نہیں آئی۔ غرض اس تواتر کا انکار فضول ہے۔ اور قرآن شریف نے ہرگز اسکا انکار نہیں کیا۔ ہاں یہ سچی بات ہے۔ کہ قرآن شریف نے تکمیل موت صلیبی کی نفی کی ہے۔ جو لعنت کا موجب ہوتی تھی۔ نفس صلیب پر چڑھانے کی نفی نہیں کی۔ اسی لئے ما قتلوہ فرمایا۔ اور اگر یہ مطلب نہ تھا۔ تو پھر ما قتلوہ کہنا فضول تھا۔ کیونکہ یہ امر یہود و نصاریٰ کے تواتر میں

سے نہیں تھا۔ اور یہ محض اسلئے فرمایا۔ کہ اسے صلیب کے ذریعہ قتل نہیں کیا گیا۔ پھر ما صلبوہ سے اس امر کی اور زیادہ صراحت کردی۔ اور لکن شبہ لھم فرماکر بات کو بالکل واضح کردیا۔ کہ وہ زندہ ہی تھا۔ لیکن یہودیوں نے اسے مردہ سمجھ لیا۔ اگر مسیح آسمان پر اُٹھایا جاتا۔ تو خدا تعالیٰ کی قدرت پر ہنسی تھی۔ کہ وہ اپنے ایک پیارے پیغمبر کو دشمنوں کے ہاتھوں اس زمین پر بچا نہ سکا۔ یہیں تک نہیں بلکہ دوسرے یا چوتھے آسمان سے اِدھر اُسے نہ بچا سکا۔ یہ عجیب تماشہ ہے۔ اس سے تو بہتر ہوتا کہ ایک یہودی کو بھی ساتھ ہی آسمان پر لیجاتے اور وہیں سے اُسے گرا دیتے تاکہ یہودیوں کو اسبات کا اعتبار تو ہو جاتا۔

پھر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

رفعناہ مکاناً علیاً میں انہیں ماننا پڑتا ہے۔ کہ ادریس فوت ہو گئے۔ نواب صدیق حسن خانصاحب نے لکھا ہے۔ کہ اگر حضرت ادریسؑ کو وفات شدہ نہ مانیں۔ تو پھر ان کے بھی دوبارہ دنیا میں واپس آنے کا عقیدہ ماننا پڑتا ہے۔ جو صحیح نہیں۔ لیکن تعجب ہے۔ کہ حضرت مسیح کے لئے توفی کا لفظ موجود ہے۔ پھر بھی اسکی موت سے انکار کرتے ہیں۔ امام بخاری بڑا ہی نیک آدمی تھا۔ جسنے متوفیک کے معنے ممیتک لکھ کر بات کو صاف کردیا۔ اسکے بعد حضرت صاحبؑ نے فلمّا توفیتنی کی تفسیر فرمائی۔

۲۷ر اکتوبر ۱۹۰۲ء صبح کی سیر میں حضرت مسیح موعودؑ کے سامنے ذکر ہوا۔ کہ عیسائیوں اور یہودیوں میں اس امر کی تحریک ہو رہی ہے۔ کہ علاقہ فلسطین یعنی ارض مقدس کو ترکوں سے حزید لیا جائے۔ اسپر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

یروشلم سے مراد دراصل دارالامان ہے۔ یروشلم کے لغوی معنی ہیں۔ وہ سلامتی کو دیکھتا ہے۔ اور یہ سنت اللہ ہے۔ کہ وہ پیشگوئیوں میں اصل الفاظ استعمال فرماتا ہے۔ حالانکہ اس سے مراد اس کا مفہوم اور مطلب ہوتا ہے اسی طرح پر بیت المقدس یعنی مسجد اقصےٰ کا حال ہے۔ ہماری اس مسجد کا نام بھی اللہ تعالےٰ نے مسجد اقصےٰ رکھا ہے۔ کیونکہ اقصےٰ یا تو باعتبار بعد زمانہ کے

ہوتا ہے اور یا بُعد مکان کے لحاظ سے اور اس الہام المسجد الاقصی الذی بٰرکنا حولہ میں آنحضرتؐ کی تاثیرات زمانی کو لیا ہے۔ اور اسکی تائید واٰخرین منہم لما یلحقوا بہم سے بھی ہوتی ہے۔ اور بٰرکنا حولہ کا اس زمانہ کی برکات سے ثبوت ملتا ہے۔ جیسا کہ ریل اور جہازوں کے ذریعہ سے سفروں کی آسانی۔ تار اور ڈاک کے ذریعہ سے سلسلہ رسل و رسائل میں سہولت۔ اور پھر مختلف اقسام کے آرام و آسائش قسم قسم کی کلوں کے اجراء سے ہوتے جاتے ہیں۔ اور پھر سلطنت بھی ایک پُرامن سلطنت ہے۔

نبی اسرائیل اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا لقب ہے۔ اسرائیل کے معنے ہیں۔ جو خدا سے بے وفائی نہیں کرتا۔ اور اسکی اطاعت اور محبت کے رشتہ میں منسلک قوم حقیقی اور اصلی طور پر اسلام کے یہی معنے ہیں۔ بہت سی پیشگوئیوں میں جو اسرائیل نام آتا ہے۔ اس اسرائیل سے مراد اسلام ہی ہے۔ لوگوں کو محض قلت تدبر و فہم کی وجہ سے یہ بات سمجھ نہیں آئی اور ایسی جملہ پیشگوئیاں اسلام کے حق میں ہیں۔

آیت انّ الارض یرثھا عبادی الصلحون سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ الارض سے مراد جو شام کی سرزمین ہے۔ یہ صالحین کا ورثہ ہے۔ اور جو اب تک مسلمانوں کے قبضہ میں ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں یرثھا فرمایا یملکہا نہیں فرمایا۔ جس سے صاف طور پر پایا جاتا ہے۔ کہ وارث اسکے مسلمان ہی رہینگے۔ اور اگر یہ کسی اور قوم کے قبضہ میں کسی وقت چلی بھی جائے۔ تو وہ قبضہ اس قسم کا ہوگا۔ جیسا کہ راہن اپنی چیز کا قبضہ مرتہن کو دیدیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی پیشگوئی کی عظمت ہے۔ ارض شام چونکہ انبیاء کی سرزمین ہے اسلئے اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا۔ کہ اسکی بے حرمتی ہو۔ اور وہ ناپاک لوگوں کی میراث ہو۔ یرثھا عبادی الصلحون میں صالحین سے یہ مراد ہے۔ کہ کم از کم اس قوم کا صلاحیت کی بنیاد پر قدم ہو۔ مومن کی جو تقسیم قرآن میں کی گئی ہے۔ اس کے تین ہی درجے اللہ تعالےٰ نے رکھے ہیں۔ ظالم لنفسہ۔ مقتصد۔ سابق بالخیرات۔ یہ مومنوں کے لوجہ ان کے اعمال کے درجے

رکھے ہیں۔ ورنہ ہیں تو یہ سب اسلام میں داخل۔ **ظالم** وہ ہوتا ہے جسمیں ایمان کے باوجود بہت سی غلطیاں اور کمزوریاں پائی جائیں **مقتصد** وہ ہوتا ہے جس کے نفس اور شیطان کے درمیان جنگ جاری رہے۔ کبھی وہ غالب آجائے اور کبھی شیطان۔ کچھ غلطیاں بھی ہوتی ہیں۔ اور صلاحیت بھی۔ پھر **سابق بالخیرات** وہ مومن ہوتا ہے۔ جو ان ہر دو درجات سے نکل کر مستقل طور پر نیکیاں کرنے میں سبقت لیجائے۔ اور اسمیں بالکل صلاحیت ہی صلاحیت پائی جائے نفس اور شیطان دونوں کو مغلوب کر چکا ہے ہو۔ قرآن شریف ان سب کو مسلمان ہی قرار دیتا ہے۔ ہماری جماعت کو ہی دیکھ لو۔ کہ وہ ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔ اور یہ سب کی سب ہمارے مخالفوں ہی سے نکل کر نبی ہے۔ اور جو لوگ ہر روز بیعت کرتے ہیں۔ یہ بھی انہیں میں سے آتے ہیں۔ اگر ایسے لوگوں میں صلاحیت اور سعادت نہ ہوتی۔ تو یہ کس طرح سے مخالفین سے نکل کر ہمارے ساتھ آملتے۔ ہمیں بہت سے خطوط اس قسم کے آتے ہیں۔ کہ پہلے وہ لوگ ہمیں گالیاں دیا کرتے تھے۔ لیکن اب توبہ کرتے ہیں۔ اور معافی چاہتے ہیں۔ غرض جو شخص صلاحیت کی بنیاد پر قدم رکھتا ہوتا وہ صالحین کے زمرہ میں داخل سمجھا جاتا ہے۔

ظہر اور عصر کی نمازیں حضرت مسیح موعودؑ نے باجماعت ادا فرمائیں اور کوئی قابل ذکر تذکرہ نہ ہوا۔

بعد ادائے نماز مغرب آپ شاہ نشیں پر تشریف فرما ہوئے۔ تو ڈاکٹر سید عبدالستار صاحب مقیم رعیہ نے عرض کی۔ کہ ایک شخص منشی رحیم بخش عرضی نویس حضور کا بڑا سخت تھا۔ لیکن اب تحفہ گولڑویہ پڑھکر اسنے حضرت مسیح کی وفات کا اعتراف کر لیا ہے۔ اور مجھے کہا ہے۔ ..... کہ مسیح کا جنازہ پڑھ لینا چاہیئے۔ میں نے اسے جواب دیا۔ کہ بعد استصواب حضرت مسیح موعودؑ اس بات کا جواب دونگا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ :۔ جنازہ میت کیلئے دعا ہی ہے۔ مجھ ہرج نہیں۔ وہ پڑھ لیں۔

اسکے بعد بابو شاہدین صاحب کی تکالیف کا ذکر آپکے حضور ہوا جو انہیں

مردان کے سٹیشن ماسٹری کے زمانہ میں پہنچی تھیں اور آخر کار نیک نامی حاصل کرکے انکی تبدیلی گوجرخاں ہوگئی تھی۔ تو حضرت صاحبؑ نے فرمایا کہ:۔

عاقبت متقی کے لئے ہے۔ برگردن او بماند و برما بگذشت والا معاملہ ہوگیا۔ خدا تعالیٰ نیک نیت حاکم کو اصلیت سمجھا دیتا ہے۔ اگر حکام اصلیت نہ سمجھیں تو پھر دنیا میں اندھیر ہی پیدا ہو جائے۔

اسکے بعد بغداد کی تباہی کا ذکر آپکے سامنے ہوا۔ جو ہلاکو خان نے کی تھی۔ اسپر آپنے فرمایا کہ:۔

وہاں بدکاری حد سے بڑھ گئی تھی۔ آخر خدا تعالیٰ نے اس طرح پر ان کو تباہ کیا۔ لکھا ہے۔ آسمان سے آواز آتی تھی۔ ایھا الکفار اقتلوا الفجار اسکے بعد فرمایا کہ:۔

صادق اگر مخالفین کی شرارتوں اور ایذا رسانی سے مارا بھی جاتا ہے۔ تو وہ شہید ہوتا ہے۔ لیکن خود وہ مخالفین ناعاقبت اندیش طاعون کا شکار بننے کے لئے باقی رہ جاتے ہیں۔ جو انکی شوخیوں اور شامت اعمال کے سبب آتی ہے

نماز عشاء کے لئے اذان ہو رہی تھی۔ اسپر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

کیسی عمدہ شہادت ہے۔ جب یہ ہوا میں گونجتی ہوئی دلوں تک پہنچتی ہے۔ تو اس کا بڑا عجیب اثر دل پر پڑتا ہے۔ دیگر مذاہب کے جس قدر عبادت کے بلانے کے مختلف طریقے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی اسلامی اذان کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ انسانی آواز کی خوش الحانی کا دوسری مصنوعی آوازیں کب مقابلہ کرسکتی ہیں۔

اپنی جماعت کے ذکر پر حضرت صاحبؑ نے فرمایا کہ:۔

اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کے لئے وعدہ فرمایا ہے۔ کہ وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ اور خدا تعالیٰ کے وعدے یقیناً سچے ہیں۔ ابھی تو تخم ریزی ہو رہی ہے۔ ہمارے مخالف کیا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کیا منشاء ہے۔ یہ تو موجودہ واقعات سے ہی ہمارے مخالفوں کو معلوم ہوسکتا ہے۔ بشرطیکہ کہ انمیں غور کا مادہ ہو۔ وہ اپنے ہر قسم کے منصوبوں

اور چالوں میں ناکام اور نامراد رہتے ہیں۔ بعینہٖ یہی حال حضرت نبی کریمؐ کے مخالفوں کا تھا۔ وہ چاہتے تھے۔ کہ مسلمانوں کی غریب اور کمزور جماعت تباہ و برباد ہو جائے۔ لیکن انجام یہ ہوا۔ کہ مخالف خود تباہ و برباد ہو گئے۔ اگر اس کامیابی کو اور رامت محمدیہ کو ابوجہل اس وقت زندہ ہو کر آ کر دیکھے۔ تو وہ حیرت زدہ ہو جائے۔ کہ باوجود مخالفین کے منصوبوں اور شرارتوں کے آپ کا سلسلہ اس قدر ترقی کر گیا ہے۔ یہی معاملہ ہمارے ساتھ ہو رہا ہے۔ اگر ہماری بھی اتنی سخت مخالفت نہ ہوتی۔ تو یہ فوق الامر ترقی اور کامیابی کہاں ملتی۔ اعجاز کا رنگ ہمیشہ سخت مخالفت اور شرارت کے مقابلہ پر ہی نظر آتا ہے۔ ایک طرف ہمارے مخالفین کی یہ کوششیں ہیں۔ کہ وہ ہمیں نابود کر دیں۔ اور یہاں تک ہم سے بُرا سلوک ہے۔ کہ ہمارے سلام کا جواب تک نہیں دیتے۔ غائبانہ ذکر بھی نہایت نفرت سے کرتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف اللہ تعالیٰ ایک حیرت انگیز طریق پر اس جماعت کو ترقی دے رہا ہے۔ یہ معجزہ نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا یہ ہمارا فعل ہے یا ہماری جماعت کی ہمت؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ جسکے اسرار کی تہ تک کوئی انسانی عقل نہیں پہنچ سکتی۔ اب ہمارے مخالفین کو کتنا تعجب ہوتا ہوگا۔ کہ چند سال پہلے جس جماعت کو کمزور۔ ذلیل اور ضعیف سمجھتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے۔ کہ یہ صرف چند آدمی ہیں۔ اب وہ لاکھ سے بھی بڑھ گئی ہے۔ اور کوئی دن خالی نہیں جاتا۔ کہ لوگ خود حاضر ہو کر یا بذریعہ خطوط اس سلسلہ میں داخل نہیں ہوتے۔ یہ خدا کا کام ہے۔ اور اسکی باتیں عجیب ہوتی ہیں۔

۲۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء صبح کی سیر میں حضرت مسیح موعودؑ کے سامنے طاعون کا ذکر ہوا۔ تو آپنے فرمایا کہ:۔

قرآن شریف میں طاعون کو رجز من السماء فرمایا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسمیں خدائی ہاتھ کام کر رہا ہے۔ اور اس لئے اس کا علاج انسانی ہاتھوں اور زمینی تدابیر سے نہیں ہو سکیگا۔ ورنہ یہ آسمانی عذاب کہلائے جانے کا مستحق نہ رہیگا۔ طاعون عربی قاعدہ کے لحاظ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔

جیسا کہ فاروق۔ یعنی جب طعن اور تکذیب خدا حد سے گذر جائے۔ تو ایسی بداعمالیوں اور شرارتوں کی پاداش میں طاعون آیا کرتی ہے۔ اور ایسے لوگوں کا صفایا کر کے ہی قہر الٰہی بس کیا کرتا ہے۔"

حضرت مسیح موعودؑ کے حضور عرض کیا گیا۔ کہ دابۃ الارض اور رجز من السماء میں کیا تعلق ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ:۔

امر تو آسمانی ہی ہوا کرتے ہیں۔ یعنی۔ اس طاعون کا امر تو آسمان سے ہی آتا ہے۔ جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہوتا ہے۔ اور اس کا علاج بھی آسمان سے آتا ہے۔ لیکن دابۃ الارض طاعون کو اسلئے کہتے ہیں۔ کہ اسکے کیڑے یعنی جرم تو زمینی ہی ہوتے ہیں۔

پھر آپکی خدمت میں عرض کیا گیا ہے۔ کہ ہمارے مخالف مسلمان کہتے ہیں کہ طاعون سے مرنا شہادت کی موت ہے۔ پھر یہ عذاب کس طرح ہوا؟ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

جو لوگ طاعونی موت کو شہادت کی موت بناتے ہیں۔ انہیں معلوم نہیں کہ طاعونی موت عذاب الٰہی ہی ہے۔ لیکن یہ جو کسی حدیث میں آیا ہے۔ کہ اگر کوئی مومن اسمیں مبتلا ہو کر مر جائے۔ تو وہ شہادت کی موت ہوگی۔ تو یہ گویا اللہ تعالیٰ نے ایک مومن کی پردہ پوشی فرمائی ہے۔ جو شاذ و نادر واقع ہوتی ہے۔ لیکن اگر مومن بھی کثرت سے اسمیں مبتلا ہو کر مرنے لگیں تو یہ شہادت نہیں ہوگی بلکہ عذاب الٰہی ہوگا جیسا کہ اب ہو رہا ہے۔ کہ ہزاروں مسلمان مبتلاء ہو کر مر رہے ہیں۔ شہادت کا حکم شاذ کے اندر ہے۔ کثرت ہمیشہ بداعمالوں اور شوخی کرنے والوں پر ہوتی ہے۔ اگر یہ طاعون ایسی ہی شہادت کی موت دلانے والی اور مبارک چیز تھی۔ تو اس کا نام قرآن نے رجز من السماء کیوں رکھا؟ اور ایسی برکت والی ہونے کے باعث تو چاہیئے تھا۔ کہ اسمیں کثرت سے مومن اور انبیاء مبتلا ہوتے۔ لیکن کوئی شخص کسی ایک بھی نبی کا نام نہیں لے سکتا۔ جو طاعون سے مرا ہو۔ پس خوب یاد رکھو۔ کہ اگر شاذ و نادر کوئی نیک اعمال والا شخص اس سے مر جائے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنی ستاری

سے اس مومن کی پردہ پوشی فرماتا ہے۔ اور اسی لئے احادیث میں فرمایا گیا ہے کہ ایسا شخص شہادت کی موت مرتا ہے۔ ماسوا اسکے مینے بارہا بیان کیا ہے۔ کہ اگر کوئی حدیث قران کے متعارض ہو۔ اور اسکی کوئی تاویل قرآن کے مطابق نہ ہو سکے۔ تو اسے چھوڑ دینا چاہیئے۔ خوب یاد رکھو کہ حکم ہمیشہ کثرت پر ہی ہوا کرتا ہے۔ شاذ تو معدوم کا حکم رکھتا ہے۔

ظہر اور عصر کی نمازیں حضرت مسیح موعودؑ نے باجماعت ادا فرمائیں۔ اور کوئی قابل ذکر گفتگو نہ فرمائی۔

بعد ادائے نماز مغرب چند آدمیوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی جس کے بعد مفتی محمد صادق صاحب نے ڈوئی کے اخبار سے چند فقرے سنائے جسپر آپنے فرمایا کہ:۔

ایسی ایسی فضول باتوں کا پڑھنا اور سننا لغو تو ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ اس سے تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اسلئے سنتا ہوں۔ اور بعض وقت تو بچہ کے بازیچہ سے بھی تحریک پیدا ہو جاتی ہے۔

ڈاکٹر عبدالستار صاحب متعینہ رعیہ ضلع سیالکوٹ نے منشی رحیم بخش صاحب عرائض نویس رعیہ کا خط آپکے سامنے پیش کیا جسمیں دو اعتراضات آپ پر کئے گئے تھے۔ کہ ان کے جوابات دئے جائیں۔ چنانچہ وہ معہ جواب ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

سوال۔ براہین احمدیہ میں حضرت مسیح ابن مریم کی آمد ثانی کا اقرار تھا۔ کہ وہی مسیح آئیگا۔ لیکن پھر اسکے خلاف اب یہ دعوے کیا گیا ہے۔ کہ اس کا مثیل آئیگا۔ یہ تزلزل بیانی قابل اعتبار نہیں ہوتی؟

جواب۔ ہمیں اس سے انکار نہیں۔ کہ ہم نے ایسا لکھا تھا۔ اور ہمیں یہ بھی دعوے نہیں ہے۔ کہ ہم عالم الغیب ہیں۔ کیونکہ ایسا دعوے کرنا ہمارے نزدیک کفر ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ جبتک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت نہ آجائے۔ ہم کسی خیال کو جو مسلمانوں میں مروج ہو۔ چھوڑ نہیں سکتے۔ براہین احمدیہ لکھتے وقت اللہ تعالیٰ نے ہماری توجہ اس مسئلہ کی طرف نہ دلائی۔

پھر جبکہ مسلمانوں میں سے چرخہ کاتنے والی ایک بڑھیا بھی یہی عقیدہ رکھتی تھی۔ اور مانتی تھی۔ کہ حضرت مسیح دوبارہ آئینگے۔ تو ہم اس خیال کو کیسے چھوڑ سکتے تھے۔ جبتک کہ خود اللہ تعالیٰ ہی ہمیں نہ سمجھا دیتا اسلئے اسوقت ہمارا بھی یہی خیال تھا اور کسی الہام یا وحی کی بنا پر نہ تھا بلکہ محض سادگی کے طور پر تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ انکا راز ہم پر کھولدیا۔ اور ہمیں اسکی حقیقت سمجھادی۔ اور یہ الہام و وحی تواتر تک پہنچ گئی تو ہم نے اسے شائع کردیا۔ انبیاءؑ کی بھی یہی حالت ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ خود انہیں کسی امر پر اطلاع دیتا ہے۔ تو وہ اسی حکم کے ماتحت اسے اختیار کرتے یا چھوڑ دیتے ہیں۔ مثلاً دیکھو۔ افک حضرت صدیقہؓ کے معاملہ میں حضرت رسول کریمؐ کو پہلے کوئی اطلاع نہ ہوئی۔ اور نوبت یہانتک پہنچگئی۔ کہ حضرت عائشہ رضؓ اپنے والد کے گھر چلی گئیں۔ اور حضرت نبی کریمؐ نے یہانتک فرمادیا کہ اگر کسی ناجائز امر کا ارتکاب کیا ہے۔ تو توبہ کرلے۔ ان واقعات سے معلوم ہوسکتا ہے۔ کہ آپ کو اس امر میں کس قدر اضطراب تھا۔ لیکن اسکی اصل حقیقت ایک وقت آپ پر ظاہر نہ ہوئی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی سے تبریہ کیا۔ اور فرمایا۔ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ ۵ تو آپ کو اس افک کی اصل حقیقت معلوم ہوگئی۔ کیا اس بات سے آنحضرتؐ کی شان مقدس میں کوئی فرق آتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ وہ شخص ظالم اور ناخدا ترس ہے۔ جو اس قسم کا وہم بھی کرے۔ اور جو کفر تک پہنچ جاتا ہے۔ آنحضرتؐ اور دیگر انبیاء نے یہ دعوےٰ کبھی نہیں کیا۔ کہ وہ عالم الغیب ہیں۔ کیونکہ عالم الغیب ہونا صرف اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے۔ ایسے معترض لوگ اگر سنت انبیاء سے ہی واقف ہوں۔ تو ایسے اعتراضات زبان پر نہ لایا کریں۔ افسوس ہے۔ ان کو گلستان کی کتاب بھی یاد نہیں جسمیں حضرت یعقوب کی حکایت بدیں الفاظ لکھی ہے۔ ؎

یکے پرسید زاں گم کردہ فرزند — کہ اے روشن گہر پیر خرد مند
ز مصرش بوئے پیراہن شنیدی — چرا در چاہ کنعانش ندیدی
بگفت احوال ما برق جہان است — دمے پیدا و دیگر دم نہان است

گہے برطارم اعلےٰ نشینم　　گہے برپشت پائے خود نہ بینم
اگر درویش بریک حال بماند　　سرِ دست از دو عالم برفشاندی

اور یہ سچی بات ہے۔ جس کا ہمیں اعتراف ہے۔ کہ ہم خدا تعالیٰ کے دکھائے بغیر نہیں دیکھتے اور اسکے سنائے بغیر نہیں سنتے اور اسکے سمجھائے بغیر نہیں سمجھتے اور ہمیں اس اعتراف میں فخر ہے۔ ہم نے کبھی بھی یہ دعوےٰ نہیں کیا۔ کہ ہم عالم الغیب ہیں۔ ہم نے انہیں خیالات کے مسلمانوں میں نشو و نما پایا تھا۔ اور انہیں کی طرح ہمارا بھی مسیح و مہدی کے بارے میں علم تھا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس راز کو ہم پر ۔۔۔ کھولدیا۔ اور نزول مسیح و آمد مہدی کی اصل حقیقت کھولدی۔ تو ہم نے پرانے خیال کو چھوڑ دیا۔ اور نہ صرف خود چھوڑا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت دوسرے لوگوں کو بھی اسے چھوڑ دینے کی دعوت دی۔ تعجب کی بات ہے۔ کہ جس امر کو ایک نادان معترض اعتراض کے رنگ میں پیش کرتا ہے۔ فی الحقیقت اسی میں ہمارا فائدہ اور تائید ہوتی ہے۔ دیکھو براہین احمدیہ میں ایک طرف مجھے مسیح موعود قرار دیا۔ اور جو وعدے آنے والے مسیح کے حق میں تھے۔ وہ میرے ساتھ کئے اور دوسری طرف ہم اپنی قلم سے اسی کتاب میں مسیح کے دوبارہ آنے کا اقرار کرتے ہیں۔ اب ایک دانشمند اور خدا ترس مسلمان اس معاملہ میں غور کرے اور دیکھے۔ کہ اگر ہمارا یہ دعوےٰ افترا ہوتا اور ہم نے اسے از خود بنایا ہوتا۔ یا یہ منصوبہ بازی ہوتی۔ تو ہم ایسا اقرار کیوں کرتے؟ یہ سادگی صاف بتاتی ہے۔ کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ہمیں علم دیا اسے ہم نے ظاہر کر دیا۔ گو بظاہر یہ کارروائی متناقض معلوم ہوتی ہے لیکن ایک سعید الفطرت کے لئے روشن تر دلیل ہے۔ کیونکہ جبتک خدا تعالےٰ نے ہم پر اصل حال نہ کھولا باوجودیکہ ہمارے ۔۔۔

راز ہم پر کھل نہیں گیا۔ یہی اعتراض ہماری سچائی کا گواہ ہے۔

حضرت نبی کریمؐ پر جب پہلی وحی نازل ہوئی۔ تو آپنے یہی فرمایا کہ خشیت علے نفسی۔ بیوی کہتی ہے۔ کلا لا واللہ آپ ضعفاء کے مددگار ہیں۔ آپکو خدا تعالیٰ ضائع نہیں کریگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جب آپ پر امر نبوت کو واضح طور پر کھولدیا۔ تو آپنے تبلیغ واشاعت میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ مومن اس مقام کو جہاں وہ ہوتا ہے۔ نہیں چھوڑتا۔ جبتک کہ خدا نہ چھڑائے۔

مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے ضمناً عرض کیا۔ کہ تعجب کی بات ہے۔ کہ ایک قوم وہ بھی تو ہے۔ جسنے خدا کے اس راست باز اور صادق مسیح موعودؑ کو مان لیا ہے۔ اور وہ اسپر ایمان لے آئی ہے۔ کیا اسکے سامنے یہ باتیں نہیں تھیں۔ لیکن انہیں اصل حقیقت کی سمجھ آگئی ہے جس سے انکا ایمان بڑھتا۔ اور اسکی سچائی پر ایک عرفانی رنگ کی دلیل پیدا ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ سنکر فرمایا کہ:۔

بیشک یہ تو سچائی کی دلیل ہے۔ نہ اعتراض کی جگہ۔ کیونکہ اسی امر سے اس بات کو قبول کرنا پڑیگا۔ کہ تصنع سے یہ دعوے نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اسمیں محض حضرت عیسےٰؑ کی آمد کے واقعات کو ہی تو بیان نہیں کیا گیا۔ بلکہ میرا نام عیسیٰ رکھا۔ اور فرمایا کہ لیظہرہ علے الدین کلہ جو میرے حق میں تھا۔ تاہم اس طرف کوئی توجہ نہ ہوئی۔ پس اس سے صاف ثابت ہے۔ کہ اگر میرا یہ اپنا گھڑا ہوا کام ہوتا تو۔۔۔۔ اسمیں مسیح کے دوبارہ آنے کا اقرار نہ ہوتا۔ یہ اقرار ہی بتاتا ہے۔ کہ یہ خدا کا کلام ہے۔

اسپر مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے عرض کی کہ یہ بعینہ وہی بات ہے۔ جو قرآن شریف کی حقانیت پر پیش کی جاتی ہے۔ کہ اگر یہ آنحضرتؐ کا اپنا کلام ہوتا۔ تو اسمیں زینب کا قصہ نہ ہوتا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے پھر اسی سلسلہ کلام میں فرمایا کہ:۔

اب کونسی بات ہے۔ کہ جس کا براہین احمدیہ میں ذکر نہیں ہے۔ اسے طبع ہوئے ۲۵ سال کے قریب کے ہو چکے ہیں۔ اور اس وقت کے بچے بھی

اب بچوں کے باپ ہیں۔ اس میں ساری باتیں درج ہیں۔ بناوٹ کا اصل حال اس طرح سے بھی ظاہر ہو سکتا ہے۔ کہ تیس برس پہلے ایک شخص ایسا منصوبہ کس طرح کر سکتا ہے۔ جبکہ اسے اتنا بھی یقین نہیں۔ کہ وہ اسقدر عرصہ تک زندہ رہیگا۔ پھر کیونکر میں اپنا نام اتنے سال پہلے ازخود عیسےٰ رکھ سکتا تھا۔ اور ان کاموں کو جو اسکے ساتھ منسوب تھے۔ اپنی طرف منسوب کرتا۔ ہاں اس سے منصوبہ بیشک پایا جاتا اگر میں اُسوقت لکھدیتا۔ کہ آنیوالا میں ہی ہوں۔ مگر میں نے اُس وقت یہ ہرگز نہیں کہا۔ باوجودیکہ ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ کا اعتراف کیا ہے۔ کہ یہ میرے حق میں ہے۔ یہ خدا کا کام تھا۔ کہ مسیح کا دعوےٰ تو اسمیں بیان کیا۔ مگر اسبات کو پوشیدہ رکھا اور قلم سے نکلوا دیا کہ مسیح ابن مریم آئیگا۔ میں حلفاً کہتا ہوں۔ کہ جو کچھ میں نے آج دعوےٰ کیا ہے۔ یہ سارا براہین احمدیہ میں موجود ہے۔ ایک لفظ بھی کم و بیش نہیں ہوا۔ اگر اس میں الہامات نہ ہوتے۔ تو اعتراضات کی گنجائش ہوتی۔ گو اسوقت بھی اعتراض فضول ہوتا۔ کیونکہ وہ دعوےٰ وحی سے نہ تھا۔ بلکہ اپنی ذاتی رائے تھی۔ خداتعالیٰ نے یہ اسلئے کیا۔ تا ظنون، اور جعلسازی کے وہم دور ہوں۔

سوال دوم۔ آپنے بعض جگہ مسیح موعودؑ کے بارہ میں لکھا ہے۔ کہ وہ قریش میں سے نہیں۔ لیکن بعض جگہ یہ بھی لکھا ہے۔ کہ وہ قریشی ہوگا اسمیں تضاد ہے؟

جواب مسیح موعود کو جس طرز پر ہم کہتے ہیں۔ کہ وہ قریش میں سے نہیں۔ وہ اس اعتبار سے نہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جیسا کہ قریشی ہیں بلکہ جیسا اہل فارس کو حضرت نبی کریمؐ نے قریش میں سے ٹھیرایا ہے۔ اور میرا الہام بھی ہے۔ سلمان منا اھل البیت اسی نام سے مجھے اہل بیت میں داخل کیا ہے۔ داخل کرنا اور بات ہے اور ہونا امر دیگر۔ یہ آنحضرتؐ کا اختیار ہے۔ اہل فارس کو آنحضرتؐ نے اہل بیت اور قریش سے ٹھیرایا ہے۔ اسلئے میں رسول اللہ کے اعلام سے قریش اور اہل بیت میں ہوں۔

اسپر حضرت مولوی نورالدین صاحب نے یسلب الملک من قریش کا ذکر کرکے عرض کی۔ کہ حضور ہم قریشیوں سے ملک چھینا گیا۔ مگر ہماری قوم

میں سے کسی نے غور نہیں کی۔ کہ کیوں ایسا ہوا۔ تکبر کا اتنا بڑا خطرناک مرض ہماری قوم میں ہے۔ کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ سید کی لڑکی کسی دوسری قوم کے گھر میں دینا کفر سمجھا گیا ہے۔"

اسپر میر ناصر نواب صاحب نے عرض کی کہ ہم سے کوئی پوچھا کرتا ہے۔ کہ تم نے غیر سید کو لڑکی کیوں دی۔ تو ہم یہی جواب دیا کرتے ہیں۔ کہ حضرت امام حسن رضؓ کی ایک بہن تھی۔ کوئی ہمیں بتائے کہ وہ کس سید کے ساتھ بیاہی گئی تھی۔

اسکے بعد سلسلہ بروز پر سلسلہ کلام شروع ہوا۔ تو حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

نیک اور بد لوگوں کے بروز ہوتے ہیں۔ نیکوں کے بروز میں موعود ہے۔ وہ ایک ہی ہے۔ یعنی مسیح موعود ہمارا عقیدہ یہ ہے۔ کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ہ سے نیکوں کا بروز اور ضالین سے عیسائیوں کا بروز اور مغضوب سے یہودیوں کا بروز مراد ہے۔ اور یہ عالم بروزی صفت میں پیدا کیا گیا ہے۔ جیسا کہ گذشتہ زمانوں میں نیک اور بد لوگ گذر چکے ہیں۔ انہیں کے رنگ اور صفات کے لوگ اس زمانہ میں بھی موجود ہیں۔ خدا تعالیٰ گذشتہ لوگوں کے اخلاق اور صفات کو ضائع نہیں کیا کرتا۔ بلکہ ان کے رنگ اور صفات کے لوگ آئندہ زمانوں میں بھی پیدا کرتا رہتا ہے۔ جب ایسا امر واقعہ ہے۔ تو ہمیں اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ ابرار اور اخیار اپنے اپنے وقت پر ہوتے رہینگے۔ اور یہ سلسلہ قیامت تک چلا جائیگا۔ جب یہ سلسلہ ختم ہو جائیگا۔ تو دنیا کا بھی خاتمہ ہے۔ لیکن وہ موعود جس کے سپرد عظیم الشان کام ہے۔ وہ ایک ہی ہے۔ کیونکہ جس کا وہ بروز ہے۔ یعنی محمدؐ وہ بھی ایک ہی ہے۔"

اسکے بعد مولوی نور الدین صاحب بھیروی نے مولوی الرحمت حسن صاحب میرٹھی کا تذکرہ کیا۔ کہ وہ بڑے اخلاص سے خط لکھتے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے ایک خط میں لکھا ہے۔ کہ آیت اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا پر مخالف لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ یہ آیت تہذیب کے خلاف ہے۔ اسپر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:

جو لوگ خدا تعالیٰ کو خالق سمجھتے ہیں۔ تو کیا اس خلق کو لغو اور باطل سمجھتے ہیں۔

جب خود اس خالق نے مرد و عورت کے ان اعضا کو بنایا۔ تو کیا اس وقت تہذیب نہ تھی خدا کو خالق مان کر پھر اسکی پیدائش پر اعتراض کرنا عجیب نادانی ہے۔ دیکھنا اب یہ چاہیئے۔ کہ آیا زبان عرب میں اس لفظ کا استعمال عرف عام میں خلاف تہذیب خیال کیا جاتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر اسپر غیر زبان والوں کا کوئی حق نہیں۔ کہ وہ ایک غیر زبان کے عرف کے لحاظ سے اس عربی لفظ پر اعتراض کریں۔ ہر ملک اور ہر زبان اور ہر ایک سوسائٹی کے عرفی الفاظ اور اصطلاحات الگ الگ ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح خلاف تہذیب امور الگ۔ جب عربی زبان میں یہ لفظ غیر مہذب معنوں میں استعمال نہیں کیا جاتا۔ تو دوسرے لوگوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا۔ کہ اسپر اعتراض کریں۔"

۲۹ر اکتوبر ۱۹۰۲ء

صبح کی سیر میں طاعون کا ذکر چل پڑا۔ تو حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

خدا تعالیٰ کے کام عجیب ہوتے ہیں۔ لوگ مغرور ہو کر مطمئن ہو جاتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ انہیں ایسی غفلت کی حالت میں پھر پکڑ لیتا ہے۔

نادان انسان ذرا سی خوشی پر تکبر کر کے بڑھکر باتیں کرنی شروع کر دیتا ہے۔ لیکن آخر کار فتح اور کامیابی اسی کو ہوتی ہے۔ جسکے ساتھ خدا تعالیٰ ہو۔ اسلام نے ہمیشہ نصرانیت کے غلط عقائد کی سرکوبی کی ہے۔ اور اب وہ وقت ہے۔ کہ ان کے فاسد عقائد کی پردہ دری ہو گئی ہے۔ اسلئے اسکے بعد کسی کو حوصلہ نہ پڑیگا۔ کہ انسان کے بچہ کو خدا بنائے۔

صحابہؓ کا ذکر چل پڑا تو حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:۔

صحابہؓ حضرت نبی کریمؐ کے ایسے وفادار اور مطیع فرمان تھے۔ کہ کسی دوسرے نبی کے شاگردوں میں ایسی نظیر نہیں مل سکتی۔ یہ لوگ خدا تعالیٰ کے احکام پر ایسے مظبوطی سے قائم تھے۔ کہ قرآن شریف انکی تعریفوں سے بھرا پڑا ہے۔ لکھا ہے کہ جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا۔ تو جس قدر شراب لوگوں کے برتنوں میں تھی۔ وہ گرا دی گئی۔ اور اس قدر شراب بھی کہ نالیاں بہ نکلیں۔ اور اسکے بعد کسی صحابیؓ سے ایسا شنیع فعل یعنی شراب کا استعمال سرزد نہ ہوا۔ اور

وہ شراب کے پکے دشمن بن گئے۔ یہ کیسا ثبات اور استقلال علی الاطاعت تھا۔ پھر رسول اللہ کی اطاعت جس وفاداری۔ محبت۔ ارادت اور جوش سے انہوں نے کی۔ کبھی کسی دوسرے نبی کے شاگردوں نے نہیں کی۔ حضرت موسیٰ کی جماعت کے حالات پڑھکر معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے نبی کو کئی بار پتھراؤ کرنے پر آمادہ ہوگئی تھی۔ حضرت عیسیٰ کے حواری تو ایسے کمزور اور ضعیف الاعتقاد تھے۔ کہ خود عیسائیوں کو تسلیم کرنا پڑا ہے۔ پھر حضرت مسیح خود انجیل میں ان کو سست اعتقاد کہتے ہیں۔ انہوں نے اپنے استاد کے ساتھ سخت مصیبت کی حالت میں غداری اور بیوفائی کا نمونہ دکھایا اور اس سے علیحدہ ہوگئے۔ ایک نے تو چند درہموں کے بدلے اپنے استاد کو دشمنوں کے ہاتھوں میں گرفتار بھی کروادیا۔ اور دوسرے نے لعنت بھیجکر اس کا انکار کردیا۔ اسکے خلاف صحابہؓ حضرت نبی کریمؐ کے ایسے ارادتمند اور جان نثار تھے۔ کہ خود خدا تعالیٰ نے انکی شہادت ادا فرمائی۔ کہ انہوں نے خدا کی راہ میں جانیں دے دینے سے دریغ نہیں کیا۔ اور ایمان کی جملہ صفات انمیں پائی جاتی ہیں۔ عابد۔ زاہد۔ سخی۔ بہادر۔ وفادار۔ یہ صفات ایمان کسی دوسری قوم میں نہیں پائی جاتیں۔ پھر جس قدر مصائب اور تکالیف صحابہ کو ابتدائے اسلام میں برداشت کرنی پڑیں۔ انکی نظیر بھی کسی اور قوم میں ہرگز نہیں پائی جاتی۔ اس بہادر قوم نے ان مصیبتوں کو برداشت کرنا۔ گوارا کیا۔ لیکن اسلام کو نہ چھوڑا۔ ان مصیبتوں کی انتہا آخر اسپر ہوئی۔ کہ انہیں اسلام کی خاطر اپنا وطن عزیز چھوڑنا پڑا۔ اور حضرت نبی کریمؐ کے ساتھ ہجرت کرنی پڑی۔ جب وہاں بھی کفار نے پیچھا نہ چھوڑا۔ اور خدا کی نظر میں ان مخالفین کی شرارتیں حد سے تجاوز کرگئیں۔ اور قابل سزا ٹھہر گئیں۔ تو پھر خدا تعالیٰ نے انہیں بیکس صحابہؓ کو مامور کیا۔ کہ اس سرکش قوم کو سزا دیں چنانچہ اس قوم کو جو رات دن مسجدوں میں خدا کی عبادت میں مشغول رہتی تھی اور جسکی تعداد بہت قلیل تھی اور جس کے پاس سامان جنگ بالکل نہ تھا۔ مخالفوں کے حملوں کو روکنے کیلئے میدان جنگ میں آنا پڑا۔ اسی سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اسلامی جنگیں دفاعی تھیں۔ اور ان جنگوں میں چند سو صحابہؓ کی جماعت کئی کئی ہزار مخالفوں کے مقابلہ میں آتی

رہی۔ اور ایسی جانبازی اور بہادری سے لڑی۔ کہ اگر حضرت مسیحؑ کے حواریوں کو اس قسم کا موقعہ پیش آتا۔ تو ان میں سے ایک بھی مخالفین کے سامنے نہ آتا۔ جب ایک ذرا سے ابتلاء پر وہ اپنے استاد و آقا کو چھوڑ کر الگ ہو گئے۔ تو ایسے سخت معرکوں میں ان کا ٹھہرنا ایک ناممکن بات تھی۔ لیکن صحابہؓ کی ایمانداری اور وفادار قوم نے اپنی شجاعت اور وفاداری کا پورا پورا نمونہ دکھایا۔ اور جو جوہر انہوں نے دکھائے۔ وہ سچے ایمان اور یقین کے نتائج تھے۔ حضرت موسےٰؑ نے جب اپنی قوم کو کہا۔ کہ آگے بڑھکر دشمن پر حملہ کرو۔ تو انہوں نے کیسا شرمناک جواب دیا فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَٰهُنَا قَاعِدُونَ ۝ تو اور تیرا رب جاؤ۔ اور لڑو۔ ہم تو یہیں بیٹھے رہینگے۔ برخلاف اسکے صحابہؓ کی زندگی میں ایسا کوئی موقعہ نہیں آیا۔ بلکہ انہوں نے کہا۔ کہ وہ انمیں سے نہیں ہیں۔ جنہوں نے یہ کہا۔ فَاذْهَبْ انت وَرَبُّكَ۔ قابل غور امر یہ ہے۔ کہ ایسی قوت۔ شجاعت اور وفاداری کا جوش انمیں کیونکر پیدا ہو گیا تھا؟ یہ سب ایمان اور یقین کا نتیجہ تھا۔ جو حضرت نبی کریمؐ کی قوت قدسی کے اثر کا نتیجہ تھا۔ کہ انمیں ایسا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پختہ ایمان بھر دیا گیا تھا۔ حضرت مسیح کے حواریوں میں جو یہ ایمانی قوت پیدا نہیں ہو سکی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کو اپنے استاد کے معجزات پر کوئی قوی ایمان اور بھروسہ نہ تھا۔ بلکہ اصل بات یہی ہے۔ جسے کہ بعض عیسائی مصنفین نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔ کہ مسیح کے حواری دنیادار۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور سطحی خیال کے لوگ تھے۔ انہیں یہ خیال تھا۔ کہ ان کا آقا بادشاہ ہو جائیگا۔ تو انہیں بڑے بڑے عہدے دیدیگا۔ گویا ان کا تعلق حضرت مسیح سے محض دنیا کے لالچ کی وجہ سے تھا۔ اسلئے انمیں وہ ایمانی قوت اور عرفانی مذاق پیدا نہ ہوا۔ اگر وہ فی الحقیقت اپنے استاد کے ایسے معجزات دیکھتے۔ کہ وہ مُردوں کو زندہ کرتا ہے۔ تو کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ وہ ایسے عجائبات دیکھ کر بھی اپنے ایمانوں میں پختہ نہ ہوتے۔ اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ وہ لوگ حضرت مسیح سے سلب امراض کے جو معجزات وغیرہ دیکھا کرتے تھے۔ وہ ایسے عام تھے۔ کہ جنہیں۔ ۔ یہودی بھی کر لیا کرتے تھے۔ اور ایک تالاب پر جاکر بھی مریض شفا پا جایا کرتے تھے

اسلئے ایسی باتوں نے ان کے دلمیں حضرت مسیح کی معجزات کی کوئی عظمت پیدا نہ کی اور وہ نور ایمان اور یقین و معرفت جو کمزوریوں کو دور کرتا۔ اور گناہوں کو زائل کرتا ہے۔ انمیں پیدا نہ ہوسکا۔ اسی لئے یہودا اسکریوطی جو حضرت مسیح کا خزانچی تھا اور جس کے پاس ایک ہزار روپیہ کی تھیلی رہتی تھی۔ اسمیں سے چرا لیا کرتا تھا۔ اور اسی لالچ نے اسے ۳۰ درہم لیکر اپنے آقا کو گرفتار کرا دینے پر آمادہ کر دیا۔ حضرت مسیح کے پاس ایک ہزار کی تھیلی رہتی تھی۔ لیکن باوجود اسکے تعجب ہے کہ اتنا روپیہ پاس رکھ کر بھی وہ کہتا ہے۔ کہ ابن آدم کو سر رکھنے کی جگہ نہیں۔ برخلاف اسکے حضرت نبی کریمؐ کی حالت دیکھو۔ کہ آپکے پاس جو کچھ مال دنیا ہوتا۔ آپ اسکی سخاوت کر دیتے۔ بلکہ ایک بار آپکے گھر میں ایک مہر تھی آپنے اسے بھی لیکر غربا میں تقسیم کر دیا۔

پادری صاحبان جو آنحضرتؐ کی لڑائیوں پر اعتراض کیا کرتے ہیں۔ وہ اپنے گھر میں نگاہ نہیں ڈالتے۔ حضرت نبی کریمؐ کی جنگیں تو محض دفاعی تھیں۔ لیکن حضرت مسیح کو جنگوں کا ایسا شوق تھا۔ کہ اسنے اپنے شاگردوں کو حکم دیا۔ کہ اپنے کپڑے بھی بیچکر ہتھیار خریدیں۔ اصل میں حضرت مسیح کا جنگیں نہ کرنا۔ ؎ ستر پی از بے چادری۔ کا مصداق ہے۔ اگر انہیں قابو ملتا۔ تو وہ ہرگز لڑائیاں کرنے سے تامل نہ کرتے۔ بلکہ اس قسم کی تعلیم سے جو انہوں نے اپنے شاگردوں کو دی کہ کپڑے فروخت کر کے ہتھیار خرید کر لیں صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہیں کس قدر شوق تھا۔ کہ حضرت داؤد کے تخت وراثت پر قبضہ کر لیا جائے۔ حضرت نبی کریمؐ کی حالت پر غور کرو۔ کہ جب آپنے مکہ فتح کر لیا۔ تو اپنے ان سخت مخالفین سے جنہوں نے آپ کو سخت سے سخت ایذائیں دی تھیں اور اسلئے واجب القتل ٹھہر چکے تھے۔ دریافت فرمایا تھا۔ کہ انکی آپکے بارہ میں کیا رائے ہے۔ تو سبھوں نے یہی جواب دیا۔ کہ تو کریم ابن کریم ہے۔ اسپر آپنے فرمایا۔ کہ اچھا میں نے تم سب کو آج معاف کر دیا۔ آپ کے اس رحم اور کرم نے ان پر ایسا اثر کیا۔ کہ وہ سب مسلمان ہو گئے۔ لیکن حضرت مسیح کو اپنے اس قسم کے اخلاق کے اظہار کا موقعہ ہی نہیں ملا۔ اور حواریوں کے لئے تو حضرت مسیح کا آنا ایک قسم کا